346
اپریل ۲۰۱۱ء

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی
حفظہ اللہ

مدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مُحدّث

۲ ریمنڈ کی رہائی؛ ملی غیرت پہ تازیانہ
۱۰ صحابہؓ کے متعلق اہل السنۃ کا عقیدہ
۳۷ حدیث کے عظیم مجموعوں کا جائزہ

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
PAKISTAN

مجلس التحقیق الاسلامی

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی **مُدیر:** ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیرِ بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰ روپے زرِ سالانہ: ۲۰۰ روپے بیرون ملک: ۲۰ ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ ۲۰۰ روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ **ایڈریس:** ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476 **موبائل:** 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

☜ عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین وسیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی۔

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدّث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

مدیر اعلیٰ
حافظ عبد الرحمٰن مدنی

ملّتِ اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ مُحدّث
لاہور پاکستان

مدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی
only for SMS
0333-4213525

جلد ۴۳ / شمارہ ۴ — جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ — اپریل ۲۰۱۱ء

[redacted]

ریمنڈ کی رہائی: قومی غیرت پہ تازیانہ — ڈاکٹر حافظ حسن مدنی — ۲

ایمان وعقائد

صحابہؓ کے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ — محمد اسحٰق طاہر — ۱۰

ایمان وعقائد

برصغیر کے عام حنفی علما کا عقیدۂ قرآن — حافظ محمد زبیر — ۲۶

حدیث و سنت

کتبِ حدیث کے عظیم و وسیع مجموعوں کا جائزہ — محمد فاروق — ۳۲

ملت اسلامیہ

اُمتِ مسلمہ کے خزانے اور عیاش حکمران — حافظ صلاح الدین — ۶۲

یادِ رفتگاں

مولانا عبد القادر ندویؒ اور مولانا محمد اعظمؒ — محمد یوسف انور — ۷۶

مدیر معاون
کامران طاہر
0303 4424736

زر سالانہ = /۲۰۰ روپے
فی شمارہ = /۲۰ روپے

بیرون ملک
زر سالانہ = /۲۰ ڈالر
فی شمارہ = /۲ ڈالر

Monthly Muhaddis
A/c No:984-8
UBL-Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700

042-35866476
35866396
Email:
mkamrantahir@gmail.com
Publisher:
Hafiz Abdur Rahman Madni
Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore
Designing (Abdul Wasea)
Crystal Art Lahore 0323-7471862-1

Islamic Research Council

مُحدّث کتاب وسنّت کی روشنی میں آزادانہ بحث وتحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کُلّی اتفاق ضروری نہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر و نظر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ریمنڈ کی باعزت رہائی؛ غیرتِ ملّی پر ایک تازیانہ!

ریمنڈ ڈیوس کے کیس نے دو ماہ تک پاکستانی میڈیا اور سیاستدانوں کو اپنی گرفت میں لئے رکھا، قوم کا قیمتی وقت اور صلاحیتیں ضائع ہوئیں اور آخر کار ریمنڈ ڈیوس خیر وعافیت کے ساتھ اسی طرح آزاد ہو کر امریکہ کی آغوش میں پہنچ گیا جس طرح دنیا بھر میں توقع کی جارہی تھی۔ ریمنڈ کا واقعہ امریکی جارحیت ومداخلت کے جس پس منظر اور تکبر و رعونت کے ساتھ وقوع پذیر ہوا تھا، اس نے اس معاملے کو ایک عام وقوعہ قتل کی بجائے قومی سطح کا معاملہ بنا دیا اور اس کی آزادی بھی ایک عام مجرم کی آزادی کی بجائے پوری قوم کے تحفظ اور غیرت وحمیت کے لئے سوالیہ نشان بن کر رہ گئی۔ ایسے واقعات سے قومی وقار اور اعتماد کی گہری جڑیں منسلک ہوتی ہیں اور اسے اسی پہلو سے لیا جانا ضروری تھا، تاہم ہمارے صاحبانِ اقتدار نے اپنی قوم کی خود مختاری بیچنے میں جلدی دکھاتے ہوئے پوری قوم کو ملول ومحزون کر دیا۔ اس واقعہ پر یہ پالیسی اختیار کی گئی کہ قومی وقار کی پامالی کے اس عظیم سانحہ کے حوالے سے کسی سوال وجواب میں نہ پڑا جائے تاکہ میڈیا اور لوگ از خود اس کی تفصیلات بھول جائیں۔ آج قومی غیرت پر پڑنے والے اس کڑے تازیانے کو ایک ماہ بھی نہیں گزرا کہ اخبارات وجرائد میں اس سانحہ کی کوئی خبر بھی نظر نہیں آتی۔ اس واقعے کے تمام کردار اور تفصیلات تاحال مخفی ہیں اور ان پر گہرے سوالات واعتراضات موجود ہیں لیکن حکومت وقت اپنی ذمہ داریوں سے انحراف بلکہ غداری کر کے چین کی بانسری بجا رہی ہے۔ اس حکومتی حکمتِ عملی کا یہ نتیجہ تو ہو گا کہ لوگ وقتی طور پر اس ذلت کو بھول جائیں گے لیکن اس واقعہ کی تلخ یادیں عوام کے ذہنوں میں اپنے حکمرانوں کی مکروہ صورت گری کرتی رہیں گی۔

اس واقعہ سے حاصل ہونے والے سبق اگر ہمیں یاد رہ جائیں اور اپنی اوپر مسلط اہل

اقتدار کی روش سے ہماری آنکھیں کھل جائیں تو اصلاحِ احوال کی کچھ اُمید کی جاسکتی ہے:

a اس واقعہ سے عالمی سطح پر پاکستانی حکمرانوں اور پاکستانی عوام کے بارے میں یہ تاثر مزید پختہ ہوا کہ اُن کو پیسے دے کر سب کچھ کرایا جاسکتا ہے۔ اس سرزمین میں اقدار اور غیرت نام کی چیز ناپید ہے، اگر کوئی قدر پوجی جاتی ہے تو وہ روپیہ بلکہ ڈالر ہے۔ ماضی میں بھی نواز شریف نے ایمل کانسی، بے نظیر بھٹو نے یوسف رمزی اور پرویز مشرف نے سینکڑوں مجاہدین امریکہ کے ہاتھوں فروخت کرکے، پاکستان کا جو مکروہ امیج دنیا میں تشکیل دیا تھا، ریمنڈ کی رہائی کے واقعے نے اس پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ آج اگر پاکستانی دنیا بھر میں ذلت یا نفرت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں تو اس میں غیروں کو دوش دینے کی بجائے ہماری حکومتوں اور عوام کا باقاعدہ کردار موجود ہے۔

b ریمنڈ کی اس آزادی سے معلوم ہوا کہ عالمی طاقتوں کی کاسہ لیسی اور خوشامد کے حمام میں پاکستان کے تمام سیاسی کردار ننگے ہیں۔ امریکہ بہادر کے کاز کو پورا کرنے کے معاملے میں ان تمام کرداروں میں بے انتہا اشتراکِ عمل اور کمال کی منصوبہ بندی پائی جاتی ہے۔ اس اشتراکِ عمل کا تادمِ تحریر یوں اظہار ہورہا ہے کہ خفیہ ایجنسیوں، انتظامیہ، عدالت، سیاسی جماعتوں، فوج اور وفاقی وصوبائی حکمرانوں میں سے کسی نے اصل صورتحال سے پردہ سرکانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ بڑی سیاسی جماعتیں اگر اس میں شریک نہیں تھیں تو کم ازکم عوام کو ان حقائق تک رسائی میسر کرانے کے لئے مطالبہ اور دباؤ ڈال سکتی تھیں لیکن اس واقعہ پر پورے تین ہفتے گزر جانے کے باوجود اس کے کرداروں اور اصل منصوبہ سازوں پر تاحال اِخفا کی گھمبیر چادر تنی ہوئی ہے۔ کاش پاکستان کے یہ مقتدر عناصر اپنے ملک وملت اور دین ونظریات کے تحفظ کے لئے بھی کسی درجہ میں ایسی مشترکہ کاوش کریں تو پوری قوم اُن کے ہمراہ کھڑی نظر آئے!

c امریکہ نوازی کے لئے اس قدر پرزور سازشی تدبیر اور پاکستانی عوام کو ناراض کرنے کے بعد بھی ہماری مقتدرہ کی قابل رحم صورتحال یہ ہے کہ یہ جس محبوب امریکہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں، اس کی ناراضگی اس کمینہ صفت کی طرح بڑھتی جاتی ہے جس کی جتنی

خاطر مدارات کی جائے، وہ اس قدر سر چڑھتا اور مزید مطالبے کرتا جاتا ہے۔ ستم یہ کہ پاکستانی حکمرانوں نے خون بہا کی رقوم بھی عوامی خزانہ سے ادا کیں تاکہ امریکہ کو اپنی وفا کیشی کا یقین دلا کر ریمنڈ کا تحفہ ان کی بارگاہ میں پیش کیا جائے۔ اس کے فوراً بعد ڈرون حملوں میں معصوم ۸۱/ افراد کے ناحق قتل کی سلامی دے کر اور اہل اسلام کی کتابِ مقدس کی توہین کرکے امریکہ نے اپنی رعونت اور پاکستانی حکمرانوں کی کسمپرسی کو پوری طرح آشکارا کردیا۔ آج تین ہفتے گزرتے ہیں کہ امریکہ پاکستان کے خوشامدی حکمرانوں کے اس ڈرون قتل عام کے استفسار پر نظر التفات ڈالنے کا بھی روادار نہیں۔ باخبر لوگ تو کہتے ہیں کہ آج تک پاکستان نے باضابطہ طور پر امریکہ سے معذرت کا مطالبہ ہی نہیں کیا۔ اس کے باوجود ریمنڈ کا تحفہ پیش کرنے والے امریکہ یاترا کرکے حق خدمت وصول کرنے کو بے چین ہیں اور جنابِ صدر عنقریب امریکی دورے پر روانہ ہو رہے ہیں۔ ہمارے بے حمیت حکمرانوں کے یہ لچھن اور عالمی غنڈوں کی اس بے التفاتی میں اہل نظر کے لئے عبرت کی کئی نشانیاں ہیں۔

- ریمنڈ کی جارحانہ فائرنگ اور معصوم لوگوں پر ڈرون حملوں کے بعد یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ امریکہ خود سب سے بڑا دہشت گرد ہے اور ہماری حکومت اس کی دہشت گردی کی معاون ہے۔ ریمنڈ کو رہا کرکے پاکستانی حکومت نے یہ ثابت کیا ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی کرنے والوں کو حکومتی تحفظ حاصل ہوگا اور پاکستان میں جاسوسی، حساس مقامات کی تصویریں، مشتبہ افراد سے رابطے کرنے والا حکومت کی بھرپور تدبیر و تائید کے ساتھ آزاد کردیا جائے گا۔ اس کے خلاف حکومت نہ صرف کوئی ایکشن نہیں لے گی بلکہ اس کی رہائی میں مؤثر کردار بھی ادا کرے گی۔ اس کے بعد حکومتِ پاکستان کا دہشت گردی کی مذمت میں بیان جاری کرنے کا کوئی تک نہیں بنتا۔ پاکستان میں ہونے والے آئے روز کے دھماکوں کے ایک اہم سراغ کو یوں آسانی سے جانے دینا دہشت گردی کے فروغ کا اہم سبب ہے جو حکومتی ایوانوں سے سرزد ہوا ہے۔ پاکستان میں پانی کی طرح بہائے جانے والے خون کے تدارک کی بجائے اس قتل وغارت کے فروغ میں

حکومت خود شامل ہے۔ پاکستانی عوام یہی سمجھتے ہیں کہ روحانی مراکز اور عوامی مقامات پر ہونے والے یہ حملے امریکی منصوبہ بندی کے ساتھ ریمنڈ ڈیوس کے باقی ساتھی کروا رہے ہیں جن کو حکمران پکڑنے کی بجائے اعزاز وافتخار کے ساتھ امریکہ کو واپس تحفہ میں دے کر اپنے شخصی مفادات کے دام کھرے کرلیتے ہیں۔

e ریمنڈ کی رہائی کے واقعہ سے ہماری مقتدرہ کے چہرے پر پڑی منافقت اور عیاری سے بھی پردہ اُٹھتا ہے۔ یہی ہماری حکومتیں ہیں جو کئی برسوں سے امریکہ کے مطالبے پر اسلام کے خلاف محاذ کھولے بیٹھی ہیں۔ امریکہ کی 'نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ' میں ان کی شرکت، امریکہ سے اربوں ڈالروں کے قرضے اور اس طرح امریکہ کی کاسہ لیسی کے اصل مقاصد بالکل واضح ہوچکے ہیں، لیکن ہمارے حکمران میڈیا کے ذریعے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اس جنگ کو پاکستان کی جنگ بنائے بیٹھے ہیں۔ اہل دین کو پاکستان دشمن اور امن دشمن نجانے کیا کیا باور کراتے ہیں، درحقیقت یہ خود امریکہ اور اپنے مالی مفادات کے غلام ہیں۔ آج پاکستانی بخوبی جانتے ہیں کہ ریمنڈ کی رہائی کے نتیجے میں عوامی جذبات کی تائید کون کررہا ہے؟ جماعت اسلامی یا جماعۃ الدعوۃ اور تحریک انصاف ہی اس موقع پر میدانِ عمل میں آنے والی جماعتیں ہیں۔ یہی وہ جماعتیں ہیں جو سوات اور طالبان و وزیرستان کے مسئلے پر سختی اور جارحیت کی بجائے مفاہمت سے مسائل کو حل کرنے کی داعی رہی ہیں۔ جبکہ پاکستانی مقتدرہ امریکی مطالبے پر پاکستانی قوم کو آپس میں برسرپیکار کرنے کے ایجنڈے پر کاربند ہے۔ ریمنڈ کا واقعہ ایسا واضح معاملہ ہے جس میں ہماری مقتدرہ کے لئے عوام اور میڈیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ممکن نہیں ہوا، وگرنہ آج تک عوام کو بدھو بنا کر ہمارے حکمران قوم کو آپس میں نظریاتی طور پر لڑاتے اور اپنے مفادات حاصل کرتے رہے ہیں۔ ۲۸ مارچ ۲۰۱۱ء کے نوائے وقت میں طالبان کے قائد ملا عمر کا یہ بیان شائع ہوا ہے کہ ''سکولوں، ہسپتالوں اور عوامی مقامات پر حملے کرنے والے طالبان نہیں ہوسکتے۔'' اس سے اہل اسلام کا ایسی کاروائیوں کے بارے میں واضح موقف سامنے آجاتا ہے، لیکن ہماری

مقتدرہ کو آپس میں مفادات کی کھینچا تانی سے فرصت ہی نہیں، اسی صورتحال میں بیرونِ ملک سے دشمن عناصر ملک میں گھسے ہوئے ہیں۔ اور ہمارے وزیر داخلہ اصل ذمہ دار کی طرف توجہ کرنے کی بجائے امریکی ایجنڈے کو تائید دینے والا بیان دیکر پوری قوم کو نظریاتی جنگ میں اُلجھائے رکھتے ہیں۔

f پاکستان کے حکمرانوں کو اپنے مفاد کے لئے قوم اور وطن سے بڑھ کر اپنے مذہب کو بھی رسوا کرنا پڑے تو اِس سے بھی نہیں چوکتے۔ اپنے چند روزہ مفاد کے لئے مجاہدین اور نظریۂ اسلام کی قربانی تو برسہا برس سے پاکستان میں جاری ہی ہے، اگر اپنے مقاصد کے لئے اسلام کا استحصال بھی کرنا پڑے تو انھیں کوئی پروا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ریمنڈ کے معاملے پر جب عالمی قوانین سے کوئی حل نہ نکلا تو قصاص و دیت کے ان اسلامی قوانین کا استحصال کیا گیا جن کی تشریح پر آئے روز پاکستان میں میڈیا پر سوالیہ نشان پیدا کئے جاتے ہیں۔ اسلام میں دیت تو ظالم فریق ادا کرتا ہے لیکن اس واقعے میں حکومت نے درست ہی کیا کہ خود دیت دے کر یہ ثابت کیا کہ چونکہ پاکستان میں دہشت گردی کی یہ فضا قائم کرنے ، امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بننے اور امریکی غنڈوں کے کھلے عام پھرنے کی اصل مجرم حکومت ہے، اسی لئے حکومت کو ہی ظالم فریق ہونے کے ناطے یہ خون بہا دینا چاہیے۔ گویا ریمنڈ کے کیس میں امریکی قاتل اور پاکستانی عوام و حکومت دو فریق نہیں ہیں بلکہ مقتولین کے ورثا اور پاکستانی مقتدرہ دو فریق بن کر سامنے آئے۔ حالانکہ درحقیقت یہ کھلم کھلا فساد فی الارض اور دہشت گردی کا واقعہ تھا۔ ایسا قطعاً نہیں ہوا کہ کسی امریکی نے دو پاکستانیوں کو ذاتی دشمنی کی بنا پر خاموشی کے ساتھ قتل کر دیا ہو، بلکہ رعونت اور تکبر کے ساتھ کھلم کھلا دہشت گردی کا علانیہ ارتکاب کیا گیا۔ حکومت کی طرف سے ریمنڈ کی معافی کے بعد اب ہر پاکستانی کسی غیر ملکی سے رعب و دہشت محسوس کرنے لگا ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ پاکستانی حکومت اس غیر ملکی کو قتل کرنے پر خون بہا ادا کر کے قانونی تقاضے پورا کر دے۔ یہ وہ بدترین رویہ اور سوچ

ہے جس کے بعد بہت سے لوگوں کو اپنے ملکی تشخص سے نفرت محسوس ہونا شروع ہوچکی ہے۔ ہم نے کبھی امریکہ کو منانے، کبھی عوام کو بہلانے اور کبھی خود کو منوانے کے لئے ہمیشہ اسلام کی ہی قربانی دی ہے۔ حکمرانوں کے اس اقدام کا یہ نتیجہ نکلا کہ دنیا بھر میں پاکستان کے ساتھ اسلامی قوانین پر بھی طنزیہ تبصرے کئے گئے۔ اسلام کو اس مقام پر لا کھڑے کرنے والے ہمارے حکمران ہیں!

g اُمتِ مسلمہ اس دور میں جس عظیم المیہ کا شکار ہے، وہ مسلمانوں کی عملی کوتاہیوں کے ساتھ ساتھ سیاسی قیادت کا فقدان ہے۔ اکثر ممالک میں تو مسلمانوں پر ایسے حکمران مسلط ہیں جو دراصل مسلم رعایا کے مفاد کی بجائے ان کو غلامی کی زنجیروں میں کسنے کے لئے قابض بنے بیٹھے ہیں اور چند ایک ایسے ممالک جہاں مسلمانوں کو اپنا حکمران منتخب کرنے کا بظاہر جھانسہ دیا جاتا ہے، جب گرد چھٹتی ہے اور چند ماہ بعد آنکھیں کھلتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلم عوام ایک بار پھر دھوکہ کھا گئے۔ ان ممالک میں جمہوریت کے نام پر موروثی گدیاں چل رہی ہیں جو عالمی طاقتوں کے ساتھ ساز باز کے نتیجے میں اقتدار پر جلوہ گر ہوتی ہیں۔ دو تین صدیاں قبل جب مسلمان ابھی سیاسی طور پر غیر قوموں کے محکوم نہیں ہوئے تھے اور ان کے فکر و نظر کے زاویے بھی مغربی تہذیب کی چمک دمک سے خیرہ نہیں ہوئے تھے، بڑی حیرانگی ہوتی تھی کہ کس طرح عظیم الشان اسلامی خلافت کو سامراج نے ایک ایک کرکے بانٹ لیا اور ان پر ذلت و اِدبار مسلط کردیا اور ایک ایسا وقت کیوں کر آیا کہ موجودہ اسلامی ممالک میں سے دو تین کے ماسوا تمام اسلامی سرزمینیں استعمار کے پنجے میں جکڑتی چلی گئیں۔ یقین نہ آتا تھا کہ اس وقت کی مسلم قیادت کیوں کر اتنی بے پرواہ اور کمزور ہوگئی تھی کہ ایک ایک کرکے تمام خطوں سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ لیکن آج پاکستان کے حکمران دیکھ کر یہ تعجب اور حیرانگی کافور ہوجاتی ہے کہ اگر حکمران ہی اپنی قوم کے ساتھ مخلص نہ ہوں تو وہ قوم کس طرح مقابل و مخالف کا سامنا کرسکتی ہے؟ غیروں کی تائید سے ہم پر مسلط ایسے حکمران ملتِ اسلامیہ کا

سب سے سنگین مسئلہ ہیں، جن کے نزدیک اپنا چند ٹکے کا مالی مفاد اور چند دنوں کی حکومت پوری ملت کے زوال سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ یہ اپنے چند ڈالروں کے لئے پوری ملت کو بیچ کر اہل کفر کی لونڈی بنا کر رکھنے پر قانع ہیں۔

- پاکستان کے مقتدر عناصر کی اس سازش میں ملی بھگت کے شواہد تو بڑے واضح ہیں۔ جہاں تک پنجاب حکومت ہے تو اس کا موقف دوغلا ہے۔ بظاہر وہ عوام کے ساتھ اپنے آپ کو دکھانا چاہتی ہے لیکن داخلی طور پر وہ بھی رہائی کی اس سازش میں پوری طرح ملوث ہے۔ ریمنڈ کے واقعے کے پہلے روز ہی اس کی ایف آئی آر کو کمزور تحریر کرکے چھوٹے اور قابلِ ضمانت جرائم کا مجرم ٹھہرانا اور اس کو دہشت گردی کے جرم وعدالت میں پیش نہ کرنا حکومتی رجحان کو بخوبی ظاہر کرتا ہے۔ بعد ازاں اس کا نام جیل ریکارڈ میں نہ تو درج کرنا اور نہ ہی اس کی رہائی کے موقع پر اس نام کا اخراج کرنا، جیل میں اس کو وی آئی پی پروٹوکول مہیا کرنا، عدالت میں اس کی بریت سے قبل ہی لاہور ائیرپورٹ پر امریکی چارٹرڈ طیارے کو بروقت لینڈ ہونے کی اجازت دینا، وزیر اعلیٰ کا حساس دنوں میں ملک سے باہر رہنا اور ایک صوبائی وزیر کا رہائی کے دن عدالت میں تمام معاملات کو انجام دلوانا اور میڈیا کو اس وقت باخبر کرنا جبکہ ریمنڈ امریکی آغوش میں جاچکا تھا، یہ تمام کام صوبائی انتظامیہ کی ایما اور تائید کے بغیر پورے نہیں ہوسکتے۔ اسکے بعد پاکستانیوں کو کسی غلط فہمی کا شکار نہیں رہنا چاہئے!

پنجاب حکومت اگر چاہتی تو تیسرے مقتول عباد الرحمن کو زندہ کچلنے کے معاملے کو اُٹھا کر، ہاتھ آئے مجرم سے مزید سانحوں تک رسائی حاصل کرتی، کیونکہ عباد الرحمن کا واقعہ پہلے ہونے والے دونوں قتلوں سے ہی منسلک تھا۔ اور اس کے قتل پر امریکی سفارتخانہ تکبر ونخوت اور بے پروائی پر آخر وقت تک مصر رہا اور اس نے آخر تک اس کو جرم ہی تسلیم نہ کیا۔ حکومتیں اپنے سخت اقدام کے ذریعے اپنے وقار کو بلند کرتی اور اپنی عوامی ذمہ داریوں سے عہدہ براہوتی ہیں۔ ایک طرف پاکستان کی عدلیہ کی تکلیف دہ صورتحال یہ ہے کہ اس نے ریمنڈ کی ۴۵ یوم کی تفتیش کو بھی قید شمار کیا اور ریاست کے خلاف جرم پر محض ۲۰ ہزار

روپے جرمانہ پر اکتفا کیا تو دوسری طرف عافیہ صدیقی کے کیس میں امریکی جج نے رحم کی ہر اپیل مسترد کرتے ہوئے عافیہ کے لئے سزا کے ایسے ایسے ہتھکنڈے اختیار کئے کہ زیادہ سے زیادہ ہر ممکن سزا اس کو مل کر رہے۔ امریکہ کے شدید متعصب جج نے یہ قرار دیا کہ ''عدالتوں کا مقصد امریکی شہریوں کے تحفظ کو یقینی بنانا اور ملکی وقار کو بلند کرنا ہوتا ہے اور اگر عافیہ صدیقی کو معمولی رعایت دی جاتی ہے تو گویا عدالت اپنے فرائض سے کماحقہ سبک دوش نہیں ہو رہی اور امریکی عوام کی حفاظت نہیں کر رہی۔'' اس بنا پر عافیہ کیس میں ہر ہر جرم کی علیحدہ علیحدہ مستقل سزا مقرر کی گئی حتیٰ کہ تفتیش کے چار سالوں کو بھی تمام جرائم کی مستقل سزاؤں سے بالاتر رکھا گیا۔ اور یہ سب ایسی صورتحال میں کیا گیا جب کہ عافیہ صدیقی پر جرم ہی قانونی طور پر ثابت شدہ نہیں، وہ گولی چلانے سے منکر ہے اور اس کی گولی سے کسی کو نقصان تک نہیں پہنچا۔

زندہ قومیں اپنے قومی وقار واعتماد اور اپنے باشندوں کے تحفظ کے لئے آخری دم تک اپنی ذمہ داری نبھاتی ہیں، تب اُن کے شہری قانون کی پاسداری کرتے ہیں۔ آج پاکستان کی اعلیٰ عدالتیں کس اخلاقی معیار کی بنا پر دیگر مجرموں کے خلاف قانونی اقدام کرسکتی ہیں، جبکہ یہی پاکستانی قانون امریکی ایجنٹوں اور طاقتوروں کے لئے موم کی ناک اور کھیل تماشا ہے اور غریب اگر شکنجے میں آجائے تو اس کے لئے طوفان اور لوہے کی گرفت ہے!

اس کے بعد بھی اہل پاکستان، اپنے اوپر مسلط حکمرانوں اور ان کے اہداف کو جاننے میں غلطی کرتے ہیں اور اُنہیں اپنا محافظ اور خیر خواہ خیال کرتے ہیں تو ان کی معصومیت قربان جانے کے لائق ہے۔ ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور ہمیں دھوکے سے باہر آجانا چاہئے، بالخصوص میڈیا کے ان دانشوروں [a] سے بھی جو قوم کو مغالطہ آرائی کی نذر کرنے اور غلامی کی زندگی بتانے پر مصر نظر آتے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کو اسلام دشمنوں کی نازبرداریاں مبارک اور عوام کو اُن کی معصومیت!.... پھر شکوہ کس سے اور اِلتجا کس کے پاس!!

---

a جو انسان ایسے دانش بازوں سے عبرت حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ اسی موضوع پر نذیر ناجی کے ہر دو اتواروں: ۲۰ اور ۲۷ مارچ ۲۰۱۱ء کو 'جنگ' میں سب سے اوپر شائع ہونے والے کالم پڑھ لے۔

ایمان وعقائد

شیخ عبد المحسن العباد

ترجمہ: محمد اسحٰق طاہر[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق اہل السنّہ والجماعہ کا عقیدہ

اللہ تعالیٰ کا ہم پر فضل و احسان ہے کہ اس نے ہماری رُشد و ہدایت اور تبلیغ احکام کے لیے اپنے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فریضۂ تبلیغ کو بدرجہ اتم انجام دیا۔ ہر خیر و بھلائی کے کام پر اپنی اُمت کی راہنمائی فرمائی اور ہر بُرائی سے اُنہیں خبر دار کیا اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ ربّ کائنات نے اپنے پیغمبر کے شرفِ صحبت اور تحصیل علومِ شریعت کے لیے ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جو اس اُمت کے افضل اور بہترین افراد تھے۔ ان صحابہؓ نے براہِ راست آپ ﷺ سے علم حاصل کیا اور دنیا وآخرت میں سرفراز ہوئے۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شرف وفضیلت پر کتاب وسنت سے دلائل

رسولِ اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ نے فریضۂ تبلیغ کو سرانجام دیا، اس فریضہ کی انجام دہی میں ان کی مساعی قابل قدر ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے عالی مقام اور عظیم المرتبت ہونے کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک طرف اُنہیں شرفِ صحبت اور رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرنے کی فضیلت حاصل ہے اور دوسری طرف تبلیغ شریعت کے نتیجہ میں قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے اَجر وثواب اُن کا مقدر ہیں، کیونکہ اُنہوں نے ہی رسولِ اکرم ﷺ کے بعد اس اُمت کو رُشد و ہدایت کی راہ پر لگایا اور لسانِ رسالت ﷺ سے صادر ہونے والے اس عظیم مقام کو حاصل کیا:

---

1 فاضل مدینہ یونیورسٹی، اُستاذ فقہ مقارن، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

«من دعا إلىٰ هدي كان له من الأجر مثل أجور من تبعه لا ينقص ذلك من أجورهم شيئا»[1]

''جو انسان دوسرے کو ہدایت کی دعوت دے تو اس داعی کو دعوتِ ہدایت کو اختیار کرنے والوں کا بھی اجر ملتا ہے اور اُن کے اجور میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔''

قرآن و سنت میں صحابہ کرامؓ کے فضل و شرف پر مندرجہ ذیل نصوص شاہد ہیں:

قرآنِ کریم

a اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان قرآن کریم میں موجود ہے:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾[2]

'' مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

b ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾[3]

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم

---

۱ مسند احمد: ۲/ ۳۹۷

۲ التوبہ: ۱۰۰

۳ الفتح: ۲۹

دل ہیں، تو انھیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے ان کی یہی مثال تورات اور انجیل میں ہے۔"

﴿ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ﴾ کے الفاظ ان لوگوں کے لیے شدید وعید اور خطرناک ہیں جو صحابہ کرامؓ کے متعلق ناراضگی رکھتے ہیں اور جن کے دلوں میں صحابہ کرامؓ کے بارے کینہ اور بغض وعداوت موجود ہے۔

c ﴿ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾[1]

"تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور قتال کیا ہے وہ دوسروں کے برابر نہیں بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیے ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ کا ان سب سے ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے۔"

d مالِ فے کے مصارف کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾[2]

"(فے کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں اور اللہ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں۔"

سورۃ الحشر کی ان تینوں آیات میں سے پہلی مہاجرین اور دوسری انصار کے فضائل پر مبنی ہے جبکہ تیسری ان لوگوں کے بارے میں ہے جو صحابہ کرامؓ کے بعد آئے؛ جو صحابہ

---

۱ الحدید:۱۰

۲ الحشر:۸

کرام کے لیے استغفار کرتے ہوئے پروردگار سے اس بات کے خواستگار رہے کہ ان کے دلوں میں کبھی اصحابِ رسول کے لیے کینہ و بغض پیدا نہ ہو۔ آیات میں مذکور ان تین اقسام (مہاجرین وانصار اور دیگر صحابہ کرامؓ سے محبت کرنے والوں) کے علاوہ دیگر لوگ شیطان کے جھانسے میں گرفتار ہو کر ذلت و رسوائی سے ہم کنار ہوتے ہیں۔

e اسی طرح کے گمراہ لوگوں کے لیے سیدہ عائشہؓ نے سیدنا عروہؒ بن زبیر سے فرمایا:

أمروا أن يستغفروا لأصحاب رسول الله ﷺ فسبوهم[1]

''ان لوگوں کو اصحابِ رسول کے لیے استغفار کا حکم تھا، لیکن اُنہوں نے ان کو بُرا بھلا کہا...''

سورۃ الحشر کی ان آیات کے تذکرے میں امام نووی نے لکھا ہے:

''امام مالک نے اسی سے دلیل لی ہے کہ جو آدمی صحابہ کرامؓ کو بُرا بھلا کہے، اس کا مالِ فے سے کوئی حق نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مالِ فے کا استحقاق صحابہؓ کرام کے بعد آنے والوں کے لیے اس شرط کے ساتھ رکھا ہے کہ وہ اُن کے لیے استغفار کرنے والے ہوں۔''[2]

انہی آیات کی تفسیر میں امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

''امام مالک نے کیا خوب استدلال کیا ہے کہ وہ رافضی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے، وہ مالِ فے کا حق دار نہیں ٹھہرتا، کیونکہ وہ ان اوصاف سے متصف نہیں جن کا اس آیت ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ...﴾ میں ذکر ہے۔

اَحادیث وآثار

f رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ

1 صحیح مسلم: ۳۰۲۲

2 شرح نووی: ۳۹۹/۱

«خير الناس قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم»[1]

" بہترین زمانہ میرا ہے پھر اس سے متصل زمانہ اور پھر اس کے بعد کا زمانہ ہے۔"

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے الفاظ اس سے کچھ مختلف ہیں۔

«خير أمتي القرن الذي بعثتُ فيهم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم» والله أعلم ذكر الثالث أم لا[2]

" میری اُمت کے بہترین لوگ اس زمانہ کے ہیں جس میں میری بعثت ہوئی، اس کے بعد وہ لوگ جو ان کے بعد کے دور میں ہوں گے اور ان کے بعد وہ لوگ جو اس دوسرے زمانہ کے بعد میں آئیں گے۔ راوی کا کہنا ہے کہ واللہ اعلم آپؐ نے تیسرے زمانے کا ذکر کیا یا نہیں؟"

صحیح مسلم میں ہی حضرت عائشہؓ کی روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی ہے:

قالت: سأل رجل النبي ﷺ أي الناس خير؟ قال: «القرن الذي أنا فيه ثم الثاني ثم الثالث»

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے رسولِ اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ بہترین لوگ کون ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا کہ میرے زمانے کے لوگ، پھر دوسرے اور پھر تیسرے زمانے کے لوگ۔"

g صحیحین میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«يأتي علىٰ الناس زماني فيغزو فئام من الناس فيقال: هل فيكم من صاحب رسول الله ﷺ؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم، ثم يأتي على الناس زمان فيغزو فئام من الناس فيقال: هل فيكم من صاحب أصحاب رسول الله ﷺ؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم، ثم يأتي على الناس زمان فيغزو فئام من الناس فيقال لهم: هل فيكم من صاحب من صاحب أصحاب رسول الله ﷺ؟ فيقولون:نعم،

---

۱ صحیح بخاری:۲۶۵۲

۲ رقم الحدیث:۲۵۳۴

فیفتح لهم »[1]

”لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ کچھ گروہ جہاد کریں گے تو کہا جائے گا کہ کیا تم میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صحابی موجود ہے، جواب اثبات میں ملے گا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو فتح سے ہم کنار فرمائے گا۔ پھر لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ ان کے کچھ گروہ جہاد کریں گے تو پوچھا جائے گا کہ کوئی ایسا ہے جو صحابہ کرامؓ کی صحبت سے فیض یاب ہوا ہو (یعنی تابعی)۔ تو تابعی کی موجودگی پر اُنہیں فتح مل جائے گی پھر لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ کچھ گروہ جہاد کی راہ پر نکلیں گے تو استفسار ہو گا کہ کیا تم سے کوئی تابعی کے شرفِ صحبت کا حامل (یعنی تبع تابعی) موجود ہے تو اس کی موجودگی کی وجہ سے فتح مقدر بن جائے گی۔“

h امام ابن تیمیہ نے منهاج السنة میں ابن بطہ سے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں:

لا تسبوا أصحاب محمد ﷺ فلمقام أحدهم ساعة يعني مع رسول الله ﷺ خير من عمل أحدكم أربعين سنة[2]

”اصحابِ رسول کو بُرا بھلا مت کہو، ان کی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک گھڑی شرفِ صحبت، تمہارے چالیس سال کے عمل سے بہتر ہے۔“

وکیع کی روایت کے الفاظ ہیں:

خير من عمل أحدكم عمره[3]

”تم میں سے کسی ایک کے عمر بھر کے اعمال سے بہتر ہے۔“

i حضرت سعید بن زید نے عشرہ مبشرہ صحابہؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

والله لمشهد رجل منهم مع رسول الله ﷺ يغبر فيه وجهه خير من

---

۱ صحیح بخاری:۳۶۴۹، صحیح مسلم:۲۵۳۲

۲ ۲/۲۳

۳ سنن ابن ماجہ:۱۶۲

عمل أحدكم ولو عمر عمر نوح[1]

”اللہ کی قسم، صحابہ کرام میں سے کسی کی ایک بھی غزوہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضری تم میں سے کسی کے اعمال سے بہتر ہے اگرچہ وہ عمر نوح ہی پالے۔“

j حضرت جابرؓ سے روایت ہے:

”حضرت عائشہؓ سے کہا گیا کہ کچھ لوگ اصحابِ رسول حتیٰ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں، حضرت عائشہؓ فرمانے لگیں، تمہیں اس سے تعجب کیوں ہے؟ ان اصحابِ رسول کے اعمال تو (ان کی وفات کے ساتھ) منقطع ہوگئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کا اجر منقطع نہ ہو۔“[2]

é حضرت عائشہؓ کے اس قول کی شہادت اس عمومی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إن المفلس من أمتی یأتی یوم القیامة بصلاة وصیام وزکوٰة ویأتي وقد شتم هذا، وقذف هذا، وأكل مال هذا، وسفك دم هذا، وضرب هذا، فيعطي هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فإن فنيت حسناته قبل أن يقضي ـ ما عليه أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح في النار»

”میری اُمت سے مفلس وہ ہے کہ جو قیامت کے دن نمازوں، روزوں اور زکوٰۃ کی صورت میں اعمال لے کر آئے گا، لیکن اس نے کسی کو گالی دی، کسی پر تہمت لگائی، کسی کا مال ہڑپ کیا، کسی کا خون بہایا اور کسی کو مارا۔ یہ تمام لوگ اپنے حقوق کے عوض اس ظالم کی نیکیاں لے جائیں گے، اگر ان کے حقوق کی ادائیگی سے قبل اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو ان مظلوم لوگوں کے گناہ اس پر ڈال کر اسے جہنم رسید

---

۱ سنن ابوداؤد: ۴۶۵۲

۲ جامع الاصول: ۶۳۶۶

کردیا جائے گا۔''[1]

k صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاتسبوا أصحابي فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مدّ أحدهم ولا نصيفه»[2]

''میرے صحابہ کو بُرا مت کہو۔ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ صحابہ کرام کے دو چلو یا ایک چلو بھر صدقہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔''

é صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے ہی یہ روایت ان الفاظ سے ہے:

كان بين خالد بن وليد وبين عبدالرحمن بن عوف شيء فسبه خالد فقال رسول الله ﷺ: «لا تسبوا أحدا من أصحابي فإن أحدكم لو أنفق مثل أحد ذهبا مابلغ مد أحدهم ولا نصيفه»[3]

''حضرت خالد بن ولید اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ جھگڑا ہوا، حضرت خالد نے حضرت عبد الرحمن بن عوف کو بُرا بھلا کہا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، میرے کسی صحابی کو بُرا مت کہو، اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرے تو اُن میں سے کسی کے دو چلو یا ایک چلو بھر صدقہ کے برابر نہیں ہوسکتا۔''

ذرا غور کیجئے کہ اگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے صحابی، (جو صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے) اس قدر بڑا عمل (اُحد پہاڑ کے برابر سونے کا صدقہ) کرنے کے باوجود عبد الرحمٰن بن عوف جیسے (قدیم الاسلام مہاجر) صحابی کے قلیل عمل (ایک مد صدقہ) کو نہیں پہنچ سکتے حالانکہ دونوں ہی شرفِ صحبت رکھتے ہیں تو جنہیں شرفِ صحابیت حاصل نہیں، انہیں اُن

---

۱ صحیح مسلم:۲۵۸۱

۲ رقم الحدیث :۳۶۷۳

۳ رقم الحدیث:۲۵۴۱

افضل الامہ افراد سے کیونکر نسبت ہو سکتی ہے؟ یہاں تو زمین و آسمان کا فرق ہے، زمین کی خاک کو ثریا سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾[1]

صحابہ کرامؓ نیکی و تقویٰ اور امانت و دیانت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے تقویٰ وعدالت پر قرآن و سنت شاہد ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ان کی مداح سرائی کسی سے مخفی نہیں۔

ائمہ اسلاف کے اقوال

l امام نووی التقریب میں رقم طراز ہیں:

''صحابہ کرامؓ تمام عادل ہیں خواہ جن کا فتنوں سے پالا پڑا یا جو ان فتنوں سے محفوظ رہے اور اس پر اُمت کے معتبر لوگوں کا اجماع ہے۔''[2]

m حافظ ابن حجر الإصابة في تمييز الصحابة میں نقل کرتے ہیں:

''اہل السنّہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں۔ صرف بدعتی اور ناقابل اعتبار لوگوں نے اس بات کی مخالفت کی ہے۔''[3]

اسی لیے سند حدیث میں اگر صحابی کا نام مجہول بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اگر تابعی یوں کہے: عن رجل صحب النبی ﷺ تو اس سے روایت کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ صحابی کے نام کا تذکرہ نہ بھی ذکر ہو تو کوئی نقصان نہیں۔ یہ صحابہ کے عدالت و امانت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے ہے۔

n خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

''متصل حدیث کی قبولیت میں بھی راویوں کا عادل ہونا شرط ہے۔ صحابہ کرام کے

---

۱ البقرۃ:٦٤

۲ تدریب الراوی:۲/۲۱۴

۳ ۱/٦

علاوہ باقی راویانِ حدیث پر بحث ضروری ہے تاکہ رواۃ حدیث کی عدالت ثابت ہوسکے، لیکن صحابہ کرام کے حالات کی چھان بیان ضروری نہیں، اس لیے اس کی عدالت وامانت اور طہارت و رفعت منزلت خود ربِ کائنات کی طرف سے ثابت ہے۔"

ان کلماتِ فاضلہ کے بعد خطیب بغدادی نے صحابہ کرامؓ کی فضیلت و عظمت میں بعض آیات واحادیث کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کی شان یوں بیان کی:

"اگر اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم ﷺ سے صحابہ کرامؓ کی فضیلت سے متعلق کچھ منقول نہ بھی ہوتا تب بھی ان کے اپنے ایمانی حالات، ہجرت، جہاد اور دین کی سربلندی کے لیے جان و مال اور اولاد کی قربانی ان کی عدالت و امانت اور عقیدہ و عمل کی پاکیزگی وطہارت ان کے مابعد عظمت وشان کا اعتراف کرنے والوں سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے۔ ابوزرعہ سے روایت ہے کہ جب آپ کسی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے دیکھیں تو جان لیں کہ وہ زندیق ہے۔ اس لیے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی ذات اور قرآن کریم ہمارے ہاں برحق ہیں، ہم تک قرآن اور سنت رسول پہنچنے کا ذریعہ اصحاب رسول ہی ہیں۔ یہ زندیق اور ملحد لوگ ہمارے گواہان شریعت پر جرح کرکے کتاب و سنت کو معطل کرنا چاہتے ہیں اور حقیقت میں یہی زندیق جرح کے حق دار ہیں۔"[1]

صحابہ کرامؓ کے بارے میں اہل السنہ والجماعہ کا عقیدہ

اہل السنہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں افراط و تفریط سے بالاتر ہوکر میانہ روی اور اعتدال پر مبنی موقف رکھتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی عظمت میں غلو کرتے ہوئے اُنہیں اللہ یا رسول اللہ ﷺ کا مقام دے دینا یا اُنہیں ان کے منصب سے گرا کر طعن و تشنیع اور سب وشتم کا نشانہ

---

1 ا/۱۱۱

بنانا اہل السنّہ کے منہج کے منافی ہے۔ اہل السنّہ افراط و غلو اور تفریط و تنقیص سے بالاتر ہو کر صحابہ کرام سے محبت رکھتے ہیں اور عدل و انصاف کے ساتھ اُنہیں ان کا صحیح مقام دیتے ہیں، ان کی شان میں غلو کرتے اور نہ ہی کوتاہی و گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اہل السنّہ کی زبانیں صحابہ کرام کی مدح سرا اور ان کے دل حُبِ صحابہ سے سرشار ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے درمیان جو غلط فہمیاں اور اختلافات رونما ہوئے، اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہادات کی روشنی میں طرزِ عمل اختیار کیا، یہاں بھی ان کے لیے اجرِ اجتہاد مسلّم ہے۔ درست ہونے پر دوہرا اجر اور خطا کی صورت میں ایک اجر اور غلطی معاف ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ وہ معصوم نہیں تھے بلکہ بشری تقاضے سے ان سے لغزشیں ہوتی تھیں، لیکن بہر حال دوسروں کی نسبت اُن کی غلطیاں کم اور خوبیاں زیادہ ہیں اور اُن کے لیے اللہ عزوجل کی طرف مغفرت ورضوان کا پروانہ بھی ہے۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں ائمہ سلف کے اقوال

a امام طحاوی نے عقیدہ اہل السنّہ کی ترجمانی ان الفاظ سے کی ہے:

”ہم اصحابِ رسول سے محبت رکھتے ہیں، ان کی محبت میں کوتاہی نہیں کرتے اور نہ ہی ان میں سے کسی سے اظہارِ برات کرتے ہیں۔ صحابہ سے بغض رکھنے والوں اور ان کا ذکر خیر نہ کرنے والوں سے ہم بغض رکھتے ہیں، ان کا ذکرِ جمیل ہمیشہ ہماری زبانوں پر رہتا ہے۔ صحابہ سے محبت دین وایمان بلکہ خوبی اسلام ہے اوران سے بغض درحقیقت سرکشی اور کفر ونفاق ہے۔“[1]

b ابن ابی زید قیروانی مالکی اپنے مشہور رسالہ میں اہل السنّہ کا موقف اس طرح بیان کرتے ہیں:

”بہترین زمانہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرفِ صحبت سے فیض یاب ہونے والوں کا

---

[1] عقیدہ طحاویہ: ۱/۵۷

زمانہ ہے اور ان میں سے افضل ترین بالترتیب خلفاے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکرِ خیر زبانوں پر رہے اوران کے درمیان اختلاف پر بحث نہ کی جائے۔ سب سے بڑھ کر انہی کا حق ہے کہ فتنوں و اختلافات کے واقعات میں ان کے لیے بہتر راہ نکالی جائے اور ان کے حق میں بہتر موقف اختیار کرنے کا تصور اپنایا جائے۔''[1]

c امام احمد بن حنبل کتاب السنّہ میں لکھتے ہیں:

''اصحابِ رسول کے محاسن کا تذکرہ اور ان کے باہمی اختلافات پر بحث کرنا مستحب ہے۔ جو صحابہ کرام میں سے کسی کو بھی بُرا کہے، وہ بدعتی اور رافضی ہے، ان سے محبت کرنا سنت، ان کی اقتدا اور اُن کے لیے دعا وسیلۂ قربت اور ان کی عادات کو اختیار کرنا باعثِ فضیلت ہے۔''

امام احمد کا مزید کہنا ہے:

''کسی کے لیے صحابہ کرامؓ کا ذکرِ سو یا ان پر طعن و تشنیع کرنا جائز نہیں۔ حاکم وقت پر فرض ہے کہ ایسا کرنے والے کو سزا دے، کیونکہ یہ جرم ناقابل معافی ہے۔ سزا دینے کے بعد اس سے توبہ کروائی جائے، اگر توبہ کرے تو بہتر وگرنہ اسے دوبارہ سزا دی جائے اور اسے قید میں رکھا جائے جب تک کہ وہ توبہ کرکے اس فعل مذموم سے باز نہ آئے۔''[2]

d امام ابو عثمان صابونی اپنی کتاب عقیدة السلف و أصحاب الحديث میں لکھتے ہیں:

''اسلاف و محدثین ، صحابہؓ کے باہمی مشاجرات میں سکوت اختیار کرنے اور اُن کے عیوب و نقائص سے زبانوں کو پاک رکھنے کے نظریہ پر قائم ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے

1 رسالہ القیر انویہ: ۱/۲۳
2 ص: ۱۹-۴

لیے رحمت اللہ کا اظہار اور ان سے محبت ان کا عقیدہ ہے۔''[1]

e شیخ الاسلام ابن تیمیہ اپنی کتاب العقیدة الواسطیة میں رقم طراز ہیں:

''اہل السنّہ والجماعہ کا اُصول ہے کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں زبانیں اور دل ہر طرح کی پراگندگی سے محفوظ رہیں جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

رسولِ مکرم ﷺ کے اس فرمان کی اطاعت میں ان کے سر تسلیم خم ہیں کہ «لاتسبوا أصحابي فوالذي نفسي بيده لو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبًا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه». صحابہ کرامؓ کے فضائل میں درجات و مراتب پر اہل السنّہ ایمان رکھتے ہیں۔ لہٰذا صلح حدیبیہ اور فتح مکہ سے قبل جانی ومالی معاونت کرنے والوں کی فضیلت، مہاجرین کی انصارِ صحابہؓ پر برتری، غزوۂ بدر کے شرکا کے لیے اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا حصول (اعملوا ما شئتم قد غفرت لکم) صلح حدیبیہ کے موقع پر درخت تلے بیعت کرنے والوں پر نارِ جہنم کی حرمت بلکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے پروانے ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾، عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہؓ مثلاً ثابت بن قیس بن شماس وغیرہم کے لیے جنت کی بشارتیں اہل السنّہ والجماعة کے عقیدہ کا حصہ ہیں۔

خلفاے راشدین میں بالترتیب حضرت ابو بکر، ان کے بعد حضرت عمر، تیسرے حضرت عثمان اور چوتھے حضرت علی رضی اللہ عنہم اس اُمت کے بہترین افراد ہیں۔ حضرت ابو بکر و عمر کی تقدیم پر اہل السنّہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ بعض نے حضرت عثمان و علی کے درمیان درجات میں کچھ اختلاف کیا ہے۔ حضرت عثمان و علی کے درمیان برتری کا مسئلہ ایسا نہیں کہ جس میں کسی فریق کو بھی گمراہ قرار دیا جاسکے البتہ رسول

---

۱ مع شرح: ۱/۱۱۵

اکرم ﷺ کے بعد استحقاقِ خلافت کا مسئلہ ایسا ہے کہ جس میں حضرت ابو بکر کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ استحقاق سمجھنے والے کو گمراہ کہا جاسکتا ہے۔ اس لیے اہل السنّہ کا ایمان ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے خلیفہ حضرت ابو بکر ہیں، ان کے بعد بالترتیب خلفائے ثلاثہ (عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم) اور جو ان میں سے کسی کی خلافت پر بھی طعن و تشنیع کرے، وہ گدھے سے بھی زیادہ احمق و گمراہ ہے۔''[1]

اس کے بعد شیخ الاسلام نے اہل بیت النبی ﷺ کے لیے اہل السنّہ کی محبت و مودّت ان کے بارے میں وصیتِ رسولؐ کا لحاظ، ازواجِ مطہرات کی عقیدت و عظمت اور مسلمانوں کا یہ ایمان کہ وہ یومِ آخرت کو بھی آپ کے شرفِ زوجیت سے وابستہ ہوں گی، کا تذکرہ کیا ہے۔

پھر لکھتے ہیں:

''اہل السنہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض اور سب و شتم کا مظاہرہ کرنے والے روافض سے اور اپنے قول و عمل سے اہل بیت عظام کو ایذا دینے والے نواصب سے برات کا اظہار کرتے ہیں۔''[2]

صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلافات و مشاجرات پر سکوت اختیار کرتے ہوئے اہل السنّہ کا موقف ہے کہ اصحابِ رسول کے عیوب و نقائص سے متعلق روایات میں جھوٹ اور الفاظ میں کمی و بیشی پائی جاتی ہے اور جو ان کے بارے میں صحیح روایات ہیں، وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اجتہادی آرا ہیں جن میں بہ مطابق فرمانِ نبوی غلطی اور صحت ہر دو پر اللہ کے ہاں اجر موجود ہے۔ تاہم صحابہ کے بارے میں معصوم ہونے کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا جاسکتا بلکہ بشری تقاضے سے ان سے بھی غلطی کا امکان ہے، البتہ ان کے فضائل اور سبقت اسلام کی وجہ سے وہ غلطیوں میں مغفور و مرحوم ہیں۔ ان کی نیکیوں کے بُرائیوں پر غلبہ کی وجہ سے اس قدر مغفرت و رحمت حاصل ہے، جو بعد میں آنے والے لوگوں کو حاصل نہیں۔ رسول اکرم

---

۱ عقیدہ واسطیہ: ۲۸/۱

۲ ایضاً

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے خیر القرون ہونے کی بشارت دی اور اُن کے ایک مد صدقہ کو دوسروں کے اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے سے افضل قرار دیا۔ اگر ان میں سے کسی نے کسی غلطی کا ارتکاب کیا بھی تو توبہ کی بدولت، نیکیوں کے غلبہ اور سبقتِ اسلام کی وجہ سے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت یا دنیا میں کسی فتنہ و آزمائش میں مبتلا ہونے کے باعث صحابہ کرام کے لیے غفران کے اسباب موجود ہیں۔ یہ بات تو واقعاتی گناہوں کی حد تک ہے۔ البتہ اُمور اجتہادیہ میں درست ہوں یا غلط، ہر دو صورتوں میں وہ عنداللہ ماجور ہوں گے۔ مزید بر آں یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب اور شرف و منزلت کے مقابلے میں ان کے قابل اعتراض معاملات بے حقیقت معلوم ہوتے ہیں۔ معترضین کو صحابہ کرامؓ میں مضبوط ایمان، علم و عمل، ہجرت، نصرتِ رسول اور جہاد فی سبیل اللہ جیسی خوبیاں بھی نظر آنی چاہیں۔

درحقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت و اوصاف اور خوبیٔ کردار کا مطالعہ کرنے والے اس بات کا ادراک رکھتے ہیں کہ وہ انبیاے کرام کے بعد خیر الخلق اور افضل البشر ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُن جیسا کوئی آیا، نہ آسکتا ہے۔ اس اُمت کے خیر القرون (بہترین زمانہ) میں ان عظیم اوصاف کے حامل افراد نے اپنا عرصۂ حیات گزارا۔

صحابہ کرام پر طعن و تشنیع درحقیقت اسلام پر حملہ ہے!

صحابہ کرامؓ کی ذات پر حملہ درحقیقت اسلام پر طعنہ زنی کرنا ہے، کیونکہ اُنہیں کے ذریعے ہمیں اسلام پہنچا۔ حضرت امام ابوزرعہ کے قول میں یہ بات گزر چکی ہے:

وانما أدى إلينا هذا القرآن والسنن أصحاب رسول الله ﷺ وإنما يريدون أن يجرحوا شهودنا ليبطلوا الكتاب والسنة والجرح بهم أولى وهم زنادقة[1]

---

1 الكفاية: ۱/ ۱۱۱

”صحابہ کرامؓ نے ہی ہمیں قرآن و سنت کی تعلیمات سے روشناس کروایا ہے۔ یقیناً یہ صحابہ دشمن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جرح کرکے ہمارے دین اور کتاب و سنت کو معطل و بے وقعت کرنا چاہتے ہیں در حقیقت یہی لوگ مجروح اور مکروہ ہیں اور یہ زندیق (دین دشمن) ہیں۔“

صحابہ کرام کو طعن و تشنیع کا کوئی نقصان نہیں!

طعن و تشنیع کا صحابہ کو نقصان کی بجائے فائدہ ہے (جیسا کہ حدیث المفلس، نکتہ نمبر ۱۰ میں یہ بات گزر چکی ہے)۔ در حقیقت یہ سب و شتم خود انہی دشمنانِ صحابہ کے لیے ضرر رساں ہے۔ جس دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے محبت اور زبان پر ان کا ذکرِ خیر ہے، اسے اس نعمت واحسان پر اللہ ربّ العزت کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اس عقیدت و مودّت پر ثابت قدمی کی دعا کرنی چاہیے، البتہ جس دل میں صحابہ کرامؓ کے خلاف حقد و بغض اور زبان پر سبّ و شتم ہے، اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ان جرائم سے باز رہنا چاہیے اور اس وقت ندامت کے آنے سے پہلے تائب ہو جانا چاہیے، جب ندامت کا کوئی فائدہ نہ ہو گا۔

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

دعائے صحت کی درخواست

نامور مصنف و قلمکار، معروف عالم دین اور تفسیر احسن البیان کے مرتب مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کئی ماہ سے عارضۂ شوگر اور گھٹنوں میں شدید درد سے دوچار ہیں۔ قارئین سے ان کی صحت یابی اور شفائے عاجلہ وکاملہ کے لئے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔ ادارہ

ایمان وعقائد

حافظ محمد زبیر [a]

برصغیر کے عام حنفی علما کا عقیدہ

"قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کے الفاظ نہیں!"

کلام نفسی: ماتریدیہ اور اشاعرہ کی نظر میں

گذشتہ شمارۂ 'محدث' میں 'قرآن اکیڈمی' لاہور کے محقق حافظ محمد زبیر کا وفاق المدارس العربیہ، پاکستان کے صدر مولانا سلیم اللہ خاں کی طرف سے سلفی حضرات پر تنقید کے جواب میں ایک وضاحتی مقالہ بعنوان 'کیا ائمہ اربعہ مفوضہ تھے؟' شائع ہوا ہے جس میں ایک جگہ کتابت کی غلطی سے مولانا عبد الحی لکھنوی اور مولانا سلیم اللہ خاں حفظہ اللہ کا حوالہ خلط ملط ہو گیا ہے۔ اگر یہ قارئین ص ۱۴، دوسری سطر میں لفظ 'مولانا' کے بعد 'سلیم اللہ خاں' کے الفاظ حذف کر دیں اور ص ۱۴ نویں سطر میں بعنوان راجح اور محتاط مسلک سے قبل 'مولانا سلیم اللہ کے خاں کے نزدیک' الفاظ کا اضافہ کر لیں تو عبارت درست ہو جاتی ہے۔ (محدّث)

ماہنامہ محدث کے سابقہ شمارہ میں ہمارا ایک مضمون بعنوان 'کیا صفاتِ الٰہیہ میں ائمہ اربعہ مفوضہ ہیں؟' شائع ہوا۔ جس میں ہم نے سلفی حضرات کے بارے میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر مولانا سلیم اللہ خاں کی منفی تنقید کا جائزہ لیتے ہوئے عرض کیا تھا کہ سلفی حضرات (ابن تیمیہ وغیرہ) توحید اسماء وصفات میں جس مسلک پر ہیں وہ تمام صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین (ائمہ اربعہ) اور محققین فقہاء و اُصولیین کا موقف ہے جیسا کہ برصغیر کے نامور حنفی عالم دین مولانا عبد الحی لکھنوی نے وضاحت کرتے ہوئے اسے 'حق' قرار دیا ہے لیکن مولانا سلیم اللہ خاں کا تجزیہ مولانا عبد الحی لکھنوی سے بالکل مختلف ہے۔ ہم نے ائمہ اربعہ بالخصوص امام ابو حنیفہ کے بارے میں ان کی اپنی تصنیفات سے ثبوت پیش کر کے مولانا عبد الحی لکھنوی کی حقیقت پسندی کا اظہار کیا تھا۔ اس مضمون کے بارے میں رابطۃ المدارس الاسلامیہ لاہور کے مرکزی دار العلوم کے اُستاذِ محترم جناب واصل واسطی صاحب کی طرف

[a] ریسرچ سکالر 'قرآن اکیڈمی' ۳۶ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

سے ایک خط موصول ہوا جو ذیل میں نقل کیا جارہا ہے:

جناب واصل واسطی صاحب کا خط

محترم جناب حافظ حسن مدنی صاحب (مدیر 'محدث' لاہور)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آداب! حافظ زبیر صاحب کا مضمون نظر سے گزرا۔ اچھا ہے، مگر اس میں ص ۱۲ پر ایک فقرہ یوں ہے ''مثلاً اہل تاویل کے ہاں اللہ تعالیٰ لفظی گفتگو پر قادر نہیں ہے۔'' جہاں تک ہمارا علم ہے کہ یہ ماتریدیہ و اشعریہ میں سے کسی کا عقیدہ نہیں ہے، اگرچہ وہ کلام نفسی کے قائل ہیں مگر کلام لفظی پر عدم قدرت کی بات تو مشہور کتابوں مثلاً شرح مواقف، شرح مقاصد، شرح عقائد جلالیہ، شرح عقائد نسفیہ اور بیاضی وغیرہ میں نہیں ہے۔

بڑی مہربانی ہوگی اگر اس کی نشاندہی کریں۔ والسلام

واصل واسطی معلّم مرکز علوم اسلامیہ (منصورہ)، لاہور

خط کا جواب

الٰہیات کے بارے میں تعبیرات مع اصطلاحات اگرچہ متکلمین کے ہاں متفقہ نہیں ہیں تاہم ایک تعبیر کے مطابق اشاعرہ اور ماتریدیہ نے صفاتِ الہیہ کو پہلے صفاتِ عقلیہ میں اور صفاتِ خبریہ میں تقسیم کیا ہے، پھر عقلیہ کی تقسیم چار ناموں سے اس طرح کی ہے:

a **نفسیہ:** اس سے مراد صفتِ وجود ہے۔

b **سلبیہ:** اس سے مراد قِدم، بقا، مخالفت حوادثِ اور قیام بالنفس کی صفات ہیں۔

c **معانی:** اس سے مراد ذات سے زائد سات صفات ہیں اور وہ حیات، قدرت، ارادہ، علم، سمع، بصر اور کلام ہیں۔

d **معنویہ:** اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا حی، قادر، مرید، علیم، سمیع، بصیر اور متکلم ہونا ہے۔

اسی طرح اشاعرہ اور ماتریدیہ صفات خبریہ کی تقسیم بھی کرتے ہیں جو یوں ہے:

a اللہ کی صفاتِ ذاتیہ مثلاً صفت ید (ہاتھ)، صفت وجہ (چہرہ) اور صفتِ عین (آنکھ) وغیرہ کا اثبات نہیں کرتے۔

b اسی طرح اللہ کی صفاتِ فعلیہ (لازمہ بالذات) مثلاً نزول (اترنا)، استواء (برابر ہونا) اور مجيء (آنا) وغیرہ کا بھی اثبات نہیں کرتے۔ البتہ صفاتِ فعلیہ متعدیہ (خلق ورزق وغیرہ) کے قائل ہیں۔

c علاوہ ازیں ان حضرات نے صفاتِ معانی کو لفظاً تسلیم کرنے کے باوجود ان کی تشریح وتوضیح میں تاویلات کا لمبا چوڑا باب کھولا ہوا ہے۔

ان تاویلات کا پس منظر یہ ہے کہ بنو عباس کے دور میں جب یونانی فلسفہ کی کتب کے عربی تراجم ہوئے تو بہت سے کمزور ایمان اہل علم نے یونانی فلسفہ کے منطقی اعتراضات کا گہرا اثر لیا اور وحی الٰہی سے جواب دینے کے بجائے یونانی فلسفہ جس کے بانی مر کھپ چکے تھے، کو زندۂ جاوید فلسفہ قرار دیتے ہوئے اس کے منطقی اُصولوں کو بے چوں وچراں تسلیم کر لیا اور اس طرح ایک مستقل علم 'علم الکلام' کی بنیاد رکھی گئی۔ یونانی منطق کے علم کلام کی بنیاد پر قائم ہونے والے کلامی فرقوں میں جہمیہ، معتزلہ، اشاعرہ اور ماتریدیہ نمایاں ہیں۔

ہم اپنے سابقہ مضمون میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ ائمہ فقہاے اربعہ عقیدہ میں علم کلام سے متنفر ہونے کی وجہ سے سلفی تھے جبکہ برصغیر پاک وہند میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر مقلدین عقیدہ میں ائمہ اربعہ کی اتباع کی بجائے ابو منصور ماتریدی کے پیروکار ہیں اور اسی نسبت سے 'ماتریدیہ' کہلاتے ہیں۔ چنانچہ اشاعرہ اور ماتریدیہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کا لفظاً اقرار کرنے کے باوجود اس کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اللہ کا کلام لفظی نہیں ہو سکتا بلکہ نفسی ہوتا ہے کیونکہ الفاظ و حروف حادث ہیں اور اگر اللہ کے کلام کو لفظی کلام مان لیا جائے تو اللہ کی ذات محلِّ حادث ٹھہرے گی جو ممتنع ہے۔ پس اللہ کا کلام صرف نفسی ہے یعنی اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اس کو وہ یوں بھی بیان کرتے ہیں کہ کوئی بھی شخص کلام کرنے سے پہلے اپنے ذہن میں ان معانی کو لاتا ہے جن کو وہ الفاظ کی صورت دینا چاہ رہا ہوتا ہے۔ پس ذہن میں موجود جن معانی کو انسان الفاظ کی صورت دے کر مخاطب تک پہنچانا چاہ رہا ہوتا ہے، وہ معانی کلام نفسی کہلاتے ہیں۔ اور وہ انسان کی ذات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں جبکہ الفاظ ان معانی کو ادا کرنے کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہوتے ہیں، جو زبان سے نکل کر انسان سے جدا ہو جاتے ہیں۔ پس کلام نفسی وہ معانی ہیں جو متکلم کی ذات کے ساتھ

قائم ہوں۔ اللہ کے یہ معانی ازلی ہیں یا دوسرے الفاظ میں اللہ کا کل کلام، کلامِ نفسی ہے اور یہ ازلی ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کلام الٰہی ایک معنوی وحدت ہے جس کے اجزا نہیں کئے جا سکتے ہیں۔ علامہ سعد الدین تفتازانی (متوفی ۷۹۳ھ) لکھتے ہیں:

فعند أهل الحق كلامه ليس من جنس الأصوات والحروف، بل صفة أزلية قائمة بذات الله تعالىٰ منافية للسكوت، والآفة كما في الخرس والطفولة هو بها آمر ناه مخبر وغير ذلك، يدل عليها بالعبارة أو الكتابة أو الإشارة، فإذا عبر عنها بالعربية فقرآن، وبالسريانية فإنجيل، بالعبرانية فتوراة.والاختلاف علىٰ العبارات دون المسمّٰى كما إذا ذكر الله تعالىٰ بألسنة متعددة ولغات مختلفة[a]

"اہل حق کے نزدیک اللہ کا کلام اصوات اور حروف کی جنس میں سے نہیں ہے بلکہ کلام الٰہی سے مراد وہ ازلی صفت ہے جو اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اور یہ کلام نفسی سکوت اور عیب کے منافی ہے جیسا کہ گونگے اور بچے میں یہ عیب ہوتا ہے (کہ وہ لفظی گفتگو نہیں کر سکتا)۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس ازلی کلام نفسی کے ذریعے حکم بھی دیتے ہیں اور منع بھی کرتے ہیں اور خبر وغیرہ بھی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے اس کلام نفسی پر عبارت، کتابت یا اشارہ کے ذریعہ رہنمائی فرماتے ہیں۔ پس جب اس ازلی کلام نفسی کو عربی زبان میں بیان کیا جائے تو وہ قرآن بن جاتا ہے اور اگر سریانی میں بیان کیا جائے تو انجیل بن جاتی ہے اور اگر عبرانی میں بیان ہو تو تورات بن جاتی ہے۔ پس (ان کتابوں میں) اختلاف عبارات کا ہے جبکہ مسمّٰی (مفہوم) ایک ہے۔"

ان اہل تاویل کا کہنا یہ بھی ہے کہ اللہ کا کل کلام ازلی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے سب کلام ازل ہی میں فرما لیا تھا اور یہ ازل سے اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو مکالمہ قرآن میں نقل ہوا ہے وہ کسی خاص یا متعین وقت میں نہیں ہوا بلکہ وہ ازل سے ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں:

---

a شرح المقاصد: ۱۴۴/۴، عالم الکتب، بیروت، طبع دوم، ۱۹۹۸ء

أما الكلام القديم الذي هو صفة الله تعالىٰ، فذهب الأشعري إلى أنه يجوز أن يسمع. ومنعه الأستاذ أبو إسحق الإسفرائيني وهو اختيار الشيخ أبي منصور رحمه الله فمعنٰى قوله تعالىٰ ﴿حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ﴾ يسمع يدل عليه، كما يقال: سمعت علم فلان. فموسٰى سمع صوتا دالا علىٰ كلام الله تعالىٰ، لكن لما كان بلاواسطة الكتاب والملك، خص باسم الكليم[a]

''جہاں تک قدیم کلام کا معاملہ ہے جو اللہ کی صفت ہے، تو ابو الحسن اشعری کا کہنا ہے کہ اسے (یعنی کلام الٰہی کو) سنا جا سکتا ہے جبکہ ابو اسحٰق اسفرائینی اور ابو منصور ماتریدی کا کہنا یہ ہے کہ کلام الٰہی کو سننا ممکن نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول ''یہاں تک کہ وہ کلام اللہ کو سن لے'' کا معنٰی ان کے نزدیک یہ ہے کہ وہ اس عبارت کو سن لے جو اللہ کے کلام پر دلالت کر رہی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں کا علم سنا ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی (کوہِ طور پر کلام الٰہی کو نہیں سنا تھا بلکہ) وہ آواز سنی جو کلامِ الٰہی پر دلالت کر رہی تھی لیکن چونکہ یہ آواز کسی کتاب یا فرشتہ کے واسطہ کے بغیر تھی لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کا خطاب دیا گیا۔''

اس موقف کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس موجود مصاحفِ قرآنیہ میں اللہ کا کلام موجود نہیں ہے بلکہ جو شخص مصحفِ قرآنی میں موجود اللہ کے کلام کی تلاوت یا کتابت کرتا ہے تو وہ اللہ کے حقیقی کلام کی تلاوت یا کتابت نہیں کرتا۔ اسی طرح جو شخص قرآن کی تلاوت سنتا ہے وہ بھی اللہ کا کلام نہیں سن رہا بلکہ ایک ایسی عربی عبارت سن رہا ہے جو اللہ کے کلام پر دلالت کر رہی ہے۔ یعنی مصاحف میں موجود الفاظ اللہ کے نہیں ہیں بلکہ ان الفاظ کا جو معنٰی ہے وہ اللہ کا کلام ہے اور وہ معنٰی اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔

اب اس پر سوال یہ پیدا ہوا کہ قرآن کے الفاظ اگر اللہ کے نہیں ہیں تو پھر کس کے ہیں؟ اس کا جواب بعض اہل تاویل نے یہ دیا کہ یہ الفاظ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہیں یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلامِ نفسی کا ادراک لیا اور اپنے الفاظ کی صورت میں ادا کر دیا۔

---

a شرح عقائد نسفیہ: ص ۴۵، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، القاہرۃ، ۱۹۸۸ء

جبکہ بعض اہل تاویل کا کہنا یہ ہے کہ یہ الفاظ اللہ کے رسول ﷺ کے ہیں یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کلام نفسی کا ادراک اللہ کی ذات سے حاصل کیا اور اللہ کے رسول ﷺ میں اس کو پیدا کر دیا اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس ادراک کو اپنے الفاظ میں کلام لفظی کی صورت دے دی۔ پس قرآن کے الفاظ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام یا اللہ کے رسول ﷺ کے ہیں جبکہ اس کا معنیٰ اللہ کی طرف سے ہے۔

اس نکتہ نظر پر ایک اعتراض یہ پیدا ہوا کہ پھر مصاحف میں موجود قرآن یا کلام کو کلامِ الٰہی کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب اہل تاویل یہ دیتے ہیں کہ ہم تو اسے مجازاً کلام الٰہی کہتے ہیں، ورنہ یہ حقیقت کے اعتبار سے کلام الٰہی نہیں ہے بلکہ مخلوق عبارتیں ہیں۔ علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں:

فإن قیل لو کان کلام اللہ تعالیٰ حقیقة في المعنی القدیم مجازًا في النظم المؤلف، لصح نفیه عنه بأن یقال لیس النظم المنزل المعجز المفصل إلي السور والآیات کلام اللہ تعالیٰ، والاجماع علی خلافه ... قلنا: التحقیق أن کلام اللہ تعالیٰ اسم مشترك بین الکلام النفسي القدیم، ومعنی الإضافة کونه صفة اللہ تعالیٰ، وبین اللفظی الحادث المؤلف من السور والآیات، ومعنی الإضافة أنه مخلوق للہ تعالیٰ، لیس من تألیفات المخلوقین [a]

"اگر یہ کہا جائے کہ کلام اللہ سے مراد یہ ہے کہ وہ معنیٰ قدیم کے اعتبار سے تو حقیقی کلام ہے جبکہ تالیف کیے گئے نظم کے اعتبار سے (یعنی الفاظ کے پہلو سے) مجازی کلام ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم یہ بھی مانیں کہ (قرآن کا) جو نظم (یعنی الفاظ کی ترکیب و ترتیب) نازل کیا گیا ہے اور وہ معجزہ ہے اور آیات و سور میں تقسیم ہے تو یہ کلام اللہ نہیں کہلائے گا جبکہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ نظم، اللہ کا کلام ہے... ہم اس اعتراض کا جواب یوں دیں گے کہ تحقیق کے مطابق کلام اللہ 'اسم

a شرح عقائد نسفیہ: ص۴۵،۴۶

مشترک [a]، ہے اور یہ اشتراک قدیم کلام نفسی، اور اس کلام سے مراد حقیقی کلام ہے، اور آیات و سور سے تالیف شدہ حادث کلامِ لفظی میں ہے جبکہ یہاں کلام لفظی کو کلام الٰہی اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ اللہ کی مخلوق ہے نہ کہ مخلوقات کی تالیفات میں سے ہے (یعنی مصاحف میں موجود کلام کو کلام اللہ اس لیے کہا ہے کہ یہ اللہ کی تالیفات اور مخلوق میں سے ہے نہ کہ مخلوق کی تالیفات یا تخلیق میں سے)۔

اس پر یہ اعتراض پیدا ہوا کہ آپ نے تو کلام الٰہی کو مخلوق بنا دیا۔ اب آپ میں اور معتزلہ میں فرق کیا رہا؟ تو اس کا اہل تاویل نے یہ جواب دیا ہے کہ ہم کلام الٰہی کو مخلوق نہیں مانتے اور جس کلام الٰہی کو ہم مخلوق نہیں مانتے، وہ کلام نفسی ہے جو اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور ازلی ہے اور جہاں تک معاملہ ہمارے پاس موجود مصاحف میں لکھے ہوئے قرآن کا ہے، تو یہ اہل تاویل کے ہاں مخلوق ہے۔ پس اہل تاویل کے نزدیک قرآن کا معنی تو کلام الٰہی ہے اور غیر مخلوق ہے جبکہ اس کے الفاظ کلام الٰہی نہیں اور مخلوق ہیں۔ اس کے برعکس معتزلہ کے نزدیک قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں مخلوق ہیں۔ علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں:

ولما صرح بأزلية الكلام، حاول التنبيه على أن القرآن أيضا قد يطلق على هذا الكلام النفسي القديم، كما يطلق على النظم المتلو الحادث فقال:"والقرآن كلام الله تعالىٰ غير مخلوق" وعقب القرآن بكلام الله، لما ذكره المشايخ من أنه يقال: القرآن كلام الله تعالىٰ غير مخلوق، ولا يقال: القرآن غير مخلوق، لئلا يسبق لي الفهم أن المؤلف من الأصوات والحروف قديم،كما ذهب إليه الحنابلة جهلا وعنادا [b]

''اور جب کلام الٰہی کے ازلی ہونے کی صراحت ہو چکی تو مصنف نے اس طرف متوجہ کیا ہے کہ لفظ 'قرآن' کا اطلاق بعض اوقات اس قدیم کلامِ نفسی پر بھی ہو جاتا

a اسم مشترک سے مراد وہ اسم ہے جو ایک سے زائد معانی پر دلالت کے لیے وضع کیا گیا ہو جیسا کہ لفظ 'عین' ہے جو آنکھ یا چشمہ پر دلالت کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

b شرح عقائد نسفیہ: ص ۴۳

ہے جیسا کہ اس (یعنی قرآن) کا اطلاق حادث، تلاوت کیے جانے والے نظم پر ہوتا ہے۔ پس مصنف نے کہا: قرآن، اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے۔ مصنف نے قرآن کے فوراً بعد کلام اللہ کے الفاظ نقل کیے ہیں کیونکہ ہمارے مشائخ کا کہنا یہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے، یہ جملہ کہنا چاہیے اور یہ نہیں کہنا چاہیے کہ 'قرآن غیر مخلوق' ہے تاکہ ذہن میں یہ بات نہ آجائے کہ اصوات وحروف سے تالیف شدہ نظم بھی قدیم ہے جیسا کہ حنابلہ نے جہالت اور عناد کی وجہ سے یہ موقف اختیار کیا ہے۔"

جب اہل تاویل پر یہ اعتراض ہوا کہ آپ اللہ کے لیے کلام نفسی ثابت کرتے ہیں اور کلامِ لفظی کا انکار کرتے ہیں تو اس سے اللہ کا ساکت یا گونگا ہونا لازم آتا ہے۔ لفظی کلام دو قسم کے اشخاص نہیں کرتے ہیں: ایک وہ جو لفظی کلام پر قدرت تو رکھتا ہو لیکن کلام نہ کرے جیسا کہ 'ساکت' یا خاموش آدمی کی مثال ہے۔ دوسرا وہ جو لفظی کلام پر قدرت ہی نہ رکھتا ہو جیسا کہ گونگے کی مثال ہے۔ اور یہ دونوں عیب شمار ہوتے ہیں کیونکہ کلام کی قدرت کے باوجود کبھی بھی کلام نہ کرنا عیب ہے اور کلام کی قدرت ہی نہ رکھنا بھی نقص ہے۔

اس کا جواب اہل تاویل یہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ کی ذات سے سکوت اور گونگے پن کی نفی کرتے ہیں۔ اب اس پر اعتراض یہ پیدا ہوا کہ صرف کلام نفسی کے متکلم سے سکوت اور گونگے پن کی نفی کیسے ممکن ہے؟ کیونکہ کلامِ نفسی کا متکلم تو لفظی کلام کرتا ہی نہیں ہے۔ اس کی تاویل، اہل تاویل نے یوں کی کہ سکوت اور گونگے پن سے ہماری مراد باطنی سکوت اور گونگا پن ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں:

(وهو) أي الكلام (صفة) أي معنى قائم بالذات (منافية للسكوت) الذي هو ترك التكلم مع القدرة عليه (والآفة) التي هي عدم مطاوعة الآلات ما بحسب الفطرة كما في الخرس، أو بحسب ضعفها وعدم بلوغه حد القوة، كما في الطفولية. فإن قيل هذا الكلام إنما يصدق على الكلام اللفظي دون الكلام النفسي، إذ السكوت والخرس إنما ينافي التلفظ. قلنا: المراد السكوت والآفة الباطنيان، بأن لا يريد في نفسه التكلم، أو لا يقدر على ذٰلك، فكما أن الكلام لفظي ونفسي، فكذا ضده، أعني السكوت

والخرس [a]

”کلام الٰہی اللہ کی ایسی صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور یہ (یعنی کلام نفسی) اس سکوت کے منافی ہے کہ جس سے مراد قدرت کے باوجود کلام کو ترک کر دینا ہے اور یہ (یعنی کلامِ نفسی) آفت کے بھی منافی ہے کہ جس سے مراد پیدائشی طور پر آلاتِ کلام (مثلاً زبان وغیرہ) کا اثر کو قبول نہ کرنا ہے جیسا کہ گونگے کی مثال ہے یا عہدِ طفولیت میں ان آلاتِ کلام کا کمزور ہونا یا ان آلات کے قوت پکڑنے سے پہلے کا زمانہ مراد ہے۔ پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کی یہ گفتگو تو کلامِ لفظی سے متعلق ہے نہ کہ کلام نفسی کے بارے میں کیونکہ سکوت اور گونگا پن تو کلامِ لفظی کے منافی ہیں۔ اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ ہماری سکوت اور گونگے پن کی آفات سے مراد باطنی سکوت اور گونگا پن ہے، یعنی اس طرح کہ وہ اپنے نفس میں کلام کا ارادہ ہی نہ کرے یا اپنے نفس میں کلام پر قدرت ہی نہ رکھتا ہو۔ پس جس طرح کلام کی دو قسمیں کلامِ لفظی اور کلامِ نفسی ہیں تو اس طرح ان دونوں کی ضد یعنی سکوت اور گونگا پن بھی ہیں۔“

اس پر ایک اعتراض یہ لازم آتا ہے کہ جب اللہ کا کلام، کلام نفسی ہے تو صفتِ کلام اور صفتِ علم میں کیا فرق باقی رہا؟ تو اس کا جواب اہل تاویل یوں دیتے نظر آتے ہیں:

(والكلام) هو صفة أزلية عبر عنها بالنظم المسمى بالقرآن المركب من الحروف. وذٰلك لأن كل من يأمر وينهى ويخبر يجد في نفسه معنى، ثم يدل عليه بالعبارة أو الكتابة أو الإشارة، وهو غير العلم، إذ قد يخبر الإنسان عما لا يعلمه، بل يعلم خلافه، وغير الإرادة، لأنه قد يأمر بما لا يريده، كمن أمر عبده قصدا لإظهار عصيانه، وعدم امتثاله لأوامره، ويسمى هٰذا كلاما نفسيًا [b]

”اور کلام الٰہی سے مراد اَزلی صفت ہے جسے ایک نظم کے ذریعے بیان کیا گیا ہے

a شرح عقائد نسفیہ: ص ۴۲
b شرح عقائد نسفیہ: ص ۴۱

جس نظم کا نام قرآن ہے اور یہ حروف سے مرکب ہے، کیونکہ جو شخص بھی کسی کام کا حکم دیتا ہے یا اس سے منع کرتا ہے یا اس کی خبر دیتا ہے تو پہلے اپنے جی میں اس کے بارے ایک معنٰی پاتا ہے اور پھر اس معنی پر عبارت، کتابت یا اشارے کے ذریعے رہنمائی کرتا ہے اور یہ معنی (جو کوئی شخص اپنے جی میں پاتا ہے) علم نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات انسان اس کی بھی خبر دیتا ہے جو اس کے علم میں نہ ہو بلکہ وہ اس کی بھی خبر دیتا ہے جو اس کے علم کے خلاف ہوتی ہے۔ اور یہ کلام نفسی ارادہ بھی نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات انسان ایک ایسے کام کا حکم جاری کرتا ہے جس کو وہ چاہتا نہیں ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے غلام کو قصداً یہ حکم جاری کرے کہ وہ اس کی نافرمانی کرے اور اس کے احکامات پر عمل نہ کرے۔ اس کلام کو کلامِ نفسی کہتے ہیں۔"

ماتریدیہ اور اشاعرہ کے کلامِ نفسی کے موقف کی اس تفصیلی وضاحت کے بعد اب ہم جناب واصل واسطی صاحب کے سوال کے جواب کی طرف آتے ہیں۔ ماتریدیہ اور اشاعرہ نے اللہ تعالیٰ کی ذات سے کلامِ لفظی کا انکار اس لیے کیا ہے کہ ان کے نزدیک کلامِ لفظی میں حدوث ہے اور اللہ کی ذات سے اس کا صدور ماننے کا مطلب اللہ کی ذات کو محلِّ حوادث ماننا ہے جو ممتنع ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں:

إن معنى المتكلم من قام به الكلام، والمنتظم من الحروف حادث يمتنع قيامه بذات الله تعالىٰ[a]

"متکلم کا معنی ہے جس کے ساتھ کلام قائم ہو اور جو کلام حروف سے پرو دیا گیا ہو تو وہ حادث ہوتا ہے اور حادث کا اللہ کی ذات کے ساتھ قیام ممتنع ہے۔"

شرح عقائدِ نسفیہ میں ہے:

(أزلية) ضرورة امتناع قيام الحوادث بذاته[b]

"(صفتِ کلام) اَزلی ہے اور اس کو ازلی اس ضرورت کے تحت کہا گیا ہے کہ اللہ کی

---

a شرح المقاصد: ۱۴۷/۴

b شرح عقائد نسفیہ: ص ۴۲

ذات کے ساتھ حوادث کا قیام ممتنع ہے۔''

پس کلامِ لفظی کا اللہ کی ذات کے ساتھ قیام ممتنع ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ممتنع پر قادر نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ اگر قادر ہو تو یہ ممتنع نہ رہا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کلام لفظی کے قیام کو ممتنع قرار دینا اور 'اللہ کا کلامِ لفظی پر قادر نہ ہونا' ایک ہی مفہوم رکھتا ہے۔

اس کو اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ماتریدیہ و اشاعرہ کے نزدیک اللہ کا لفظی کلام پر قادر ہونا اس کا محل حادث بننے کی قدرت رکھنا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ محل حادث بننے کی قدرت (بالقوۃ رکھے یا بالفعل دونوں صورتوں میں) اہل تاویل کے ہاں نقص اور عیب شمار ہو گا کہ جس نقص اور عیب سے بچنے کے لیے ہی اُنہوں نے کلام نفسی کا فلسفہ تخلیق کیا ہے۔

جہاں تک سلف صالحین اور اہل سنت والجماعت کا تعلق ہے تو وہ یونانی فلسفہ کے انسانی اُصولوں سے اللہ تعالیٰ کو بلند و بالا سمجھتے ہیں کہ انسان اللہ جل شانہٗ کی ذات و صفات کا مکمل احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کی کنہ کے اِدراک سے انسانی عقل کوتاہ ہے، اسی طرح ان صفات کی کیفیات سے بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ سلف کا صفاتِ الٰہی کے بارے میں عرفی معنیٰ پیش کر کے اس کی کیفیت مجہول قرار دینے کا طریقۂ کار سلامتی کی راہ ہے۔ گویا اہل تاویل کی بنیادی غلطی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو اپنی عقل کا پابند بنانا ہے۔ اس کے بالمقابل ائمہ سلف 'الٰہیات' کی تعبیر میں نہ صرف فلسفہ کی عاجزی کا موقف رکھتے ہیں بلکہ فلسفہ سے مستعار اصطلاحات مثلاً قدیم، حادث اور ممتنع وغیرہ کے استعمال سے الٰہیات کی تعبیر کرنے سے بھی اجتناب برتتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک سلامتی کا ضابطہ یہی ہے کہ اللہ کے لیے صرف اسی لفظ و معنیٰ کا اثبات کرو جو کتاب و سنت سے ثابت ہو اور اس کی ذات سے صرف اسی اسم و وصف کی نفی کرو جس کی نفی کتاب و سنت میں موجود ہو۔ اس کے علاوہ کے بارے میں ﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى﴾ (النحل:۶۰) اور ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ (الشوریٰ:۱۱) کا اعلان کرتے ہوئے قیل و قال سے سکوت اختیار کرو۔

حدیث و سنت

محمد فاروق
محقق مجلس التحقیق الاسلامی

اَحادیثِ نبویہؐ کے عظیم و وسیع مجموعے

تعارف، خصوصیات، نقائص اور تقابل

خدمتِ حدیث کے پس پردہ محرکات

قرآنِ مقدس اور اَحادیثِ نبویہؐ دین اسلام کی اَساس ہیں جن پر شریعتِ اسلامیہ کی پوری عمارت استوار ہے۔ دین حنیف پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے کہ یہ تحریف و تنسیخ، اِفراط و تفریط، تغیر و تبدل، گمراہ واعظوں کی چیرہ دستیوں، حیلہ بازوں کی من پسند تاویلوں اورابن الوقت دین فروشوں کی ہلاکت خیز شرانگیزیوں سے مامون و محفوظ ہے۔ اس کا اصل سبب تو یہ ہے کہ اللہ مالک الملک نے کتاب و سنت کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰـفِظُوۡنَ﴾ (الحجر:۹)

''بلا شبہ ہم ہی نے ذکر (قرآن و حدیث) نازل کیا اوریقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

کتاب و سنت کی حفاظت کی اس عہدِ ضمانت کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ گمراہ فرقے کتاب و سنت میں تاویل و تحریف کے ذریعے کتاب و سنت کے دلائل کو اپنے اغراض و مقاصد کے لیے استعمال کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے، بلکہ جس دور میں بھی باطل پرست قوتوں نے کتاب و سنت کو اپنا نشانہ بنانے کی کوشش کی یا احادیثِ نبویہؐ میں من گھڑت اور بے سروپا روایات داخل کرنے کی جسارت کی؛ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم اور علمائے حق نے ان کے ان خطرناک منصوبوں کی قلعی کھول دی اور ایسے مقتدیانِ دین کو ہمیشہ کے لیے روسیاہ کر دیا۔

حفاظتِ حدیث اور اشاعتِ حدیث کا کی دوسری اہم وجہ نبی ﷺ کو کتاب و سنت کی نصوص کو کھول کر بیان کرنے کا حکم ربّانی تھا۔ جس کی اتباع میں نبی کریم ﷺ نے کتاب و سنت کو پوری ذمہ داری سے اَدا کیا اور اس فرض کی ادائیگی میں کوئی لمحہ بھی فروگزاشت نہیں کیا۔ جیسا کہ اس پر یہ آیات واحادیث شاہد عدل ہیں:

a ﴿وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ﴾ (النحل:۴۴)

''اور ہم نے آپؐ کی طرف ذکر نازل کیا تاکہ آپؐ لوگوں کو وہ چیز (شریعت) کھول کر بیان کریں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔''

b ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾ (النحل:۶۴)

''اور ہم نے آپؐ کی طرف کتاب اس لیے نازل کی ہے کہ آپ ﷺ اپنے ان (لوگوں) کے لیے اس چیز کو کھول کر بیان کریں جس میں اُنہوں نے اختلاف کیا ہے۔''

ان آیات میں نبی ﷺ کو احکامِ وحی (کتاب و سنت) کو کھول کر بیان کرنے کی تاکید کی گئی ہے، چنانچہ حکم ربانی کی تعمیل میں آپؐ نے خود بھی کتاب و سنت کی خوب تبلیغ کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی کتاب و سنت کی ترویج کا پابند کیا جس کی صراحت درج ذیل اَحادیث سے عیاں ہے:

c عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«بلغوا عنی ولو آیة» (صحیح بخاری:۳۴۶۱)

''میری طرف سے (لوگوں کو) پہنچاؤ خواہ ایک حدیث ہی ہو۔''

d حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر سوال کیا: کیا میں نے تمہیں دین پہنچا دیا ہے؟ اس پر صحابہؓ نے اثبات میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جا:

«فليبلغ الشاهد الغائب فرب مبلغ أوعٰى من سامع» (صحیح بخاری:۱۷۴۱)

''(میرے احکامات) حاضر شخص غائب کو پہنچائے، کیونکہ کچھ لوگ جنہیں بات پہنچائی جاتی ہے، وہ سننے والے سے زیادہ ذہن نشین کر لیتے ہیں۔''

e پھر ان محرکات و تاکیدات کے سوا علمائے و محدثین کے لیے نبی ﷺ کی دعا بھی اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے جس میں خدامِ حدیث اور مبلغین کے لیے چہروں کی شادابی کی دعا کی گئی ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«نضر الله امرءاً سمع منا حديثا فبلغه فربّ مبلغ أحفظ من سامع»

(جامع ترمذی:۲۶۵۷، سنن ابن ماجہ:۲۳۲)

''اللہ تعالیٰ اس آدمی کو شاداب رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی، پھر اس کی تبلیغ کی، چنانچہ کتنے ہی لوگ ہیں جن کو بات پہنچائی جاتی ہے وہ سامع سے زیادہ یاد رکھتے ہیں۔''

مذکورہ بالا اَحکام کی اتباع میں صحابہ کرام رضوان اللہ اَجمعین نے کتاب و سنت کی تعلیمات کی تبلیغ کو مقصدِ حیات بنایا اور دین حنیف کی سربلندی اور تبلیغ دین کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ پھر ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تابعین و تبع تابعین اور محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم نے سنتِ نبوی ﷺ کی

حفاظت کے لیے ٹھوس اقدامات کیے اور اَحادیث نبویہ کو محفوظ کرنے کے لیے تعلیم و تعلّم کے ساتھ تدوین حدیث کو فروغ دیا۔ نیز محدثین کرام نے عوام الناس میں اَحادیث کا ذوق پیدا کرنے اور اَحادیث کی ترویج کے لیے قلم و قرطاس کا سہارا لیا اور اشاعتِ حدیث کی خاطر تالیف و تصنیف کے مختلف اُسلوب اختیار کیے اور ہر مؤلف کی شدید خواہش تھی کہ اَحادیث کی تالیف و ترتیب کا وہ طریقہ اختیار کیا جائے جو انتہائی سود مند، نہایت سہل اور عوام الناس کی اِصلاح کیلئے مؤثر ترین ہو۔

ان اَہداف کے پیش نظر کتبِ اَحادیث کی تصنیف و ترتیب کے مختلف انداز اپنائے گئے چنانچہ بعض محدثین نے اپنی کتاب کو سنن و جوامع کی طرز پر ترتیب دیا۔ کچھ نے مسانید کے طریقہ کو منتخب کیا۔ بعض نے معجم کی ترتیب اپنائی اور کچھ نے سابقہ کتب کا اِستدراک واستخراج کیا۔ اس مضمون میں ہمارا موضوع اَحادیث کے مختلف و وسیع ترین ذخائر اور عظیم مجموعے ہیں، جنہیں بعد کے علما و محدثین نے تمام اَحادیثِ نبویہ کو جمع کرنے کی غرض سے ترتیب دیا ہے، یا ان کا مقصد یہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تمام قولی احادیث کو یکجا کر دیا جائے اور کچھ مجموعے ایسے بھی ہیں جن میں مختلف کتبِ احادیث کا تکرار ختم کرکے بغرضِ اختصار ترتیب دیا گیا ہے۔ چونکہ ان کتب کی جمع و تالیف اور اختصار کا اصل مقصد احادیث کی اشاعت و تبلیغ اور عامۃ الناس کی اصلاح ہے، اس لئے محدثین کی ان بیش بہا خدمات کو سراہتے اور عوام الناس میں ان کتب کا طرزِ ترتیب مشتہر کرنے کے لیے کچھ کتب احادیث کا جائزہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ ہماری یہ طالب علمانہ پیشکش طالبانِ حدیث، شائقین علم اور فن احادیث سے وابستہ افراد کے لیے عظیم تحفہ ہوگی اور متلاشیانِ احادیث کی تشنگی کا کماحقہ مداوا کرے گی۔ نیز ہماری اس کاوش سے احادیث کی تحقیق و تخریج میں بہترین مدد و معاونت حاصل ہوگی۔ اِن شاءاللہ !

A کتابِ رزین کا تعارف

مؤلّف : ابو الحسن رزین بن معاویہ بن عمار عبدری (م ۵۳۵ھ)

اَحادیثِ رسول ﷺ کو ایک مقام پر یکجا کرنے کی غرض سے ایک اہم کاوش امام رزین کی ہے۔ ابو الحسن رزین بن معاویہ عبدری نے کتبِ ستہ: صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، جامع ترمذی، سنن نسائی اور موطا امام مالک کو جمع کیا اور اختصار کی غرض سے مکرر احادیث کو حذف کر دیا، اُنہیں صحیح بخاری کی طرز پر فقہی ابواب میں ترتیب دیا اور احادیث نبویہ ؐ مع اسناد ذکر کیں۔

کتابِ رزین میں خامیاں

امام رزین نے اپنی اس کتاب کو جدید اور مفید ترتیب پر مرتب کیا اور متونِ حدیث کے اہم مآخذ کو ایک کتاب کی شکل میں ترتیب دیا جس میں شائقین علوم حدیث کے لیے ایک کتاب میں جمع شدہ احادیث سے استفادہ کرنا نہایت آسان تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ کتاب رزین میں کئی نقائص تھے جن کا اِزالہ بڑا ضروری تھا۔

a احادیث کے اختصار کے باوجود مکرر احادیث کافی تھیں، دوسرے لفظوں میں امام رزین کتبِ ستہ سے کلی تکرار ختم نہ کرپائے۔

b کتبِ ستہ سے کئی اصل متون چھوٹ گئے تھے۔

c احادیث کو فقہی ترتیب پر جمع کیا گیا تھا، لیکن بعض احادیث کو ان کے متعلقہ تراجم کے بجائے غیر متعلقہ تراجم میں داخل کیا گیا تھا جن کا ترجمۃ الباب سے کوئی تعلق نہ تھا۔

d احادیث کی تبویب صحیح بخاری کے ابواب کے مطابق تھی لیکن بعض ابواب حذف کردیئے گئے تھے۔

ان نقائص اور خامیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حافظ ابن اثیر نے اس کتاب کی تذہیب و تسہیل اور تہذیب کا ارادہ کیا اور کتابِ رزین کی تہذیب کو جامع الأصول سے موسوم کیا۔

B جامع الاصول فی احادیث الرسول: تعارف و تجزیہ

مصنف: ابوسعادات مبارک بن محمد شیبانی المعروف بابن اثیر الجزری (م ۶۰۶ھ)

مجلدات: ۱۵ تعدادِ احادیث: ۹۵۲۳

کتابِ رزین کی جامعیت و افادیت کے پیش نظر حافظ ابن اثیر نے اس کتاب کی تہذیب و تسہیل کا ارادہ کیا اور اسے جامع ترین کتاب بنانے کے لیے درج ذیل اقدامات کئے:

a کتاب رزین سے بے جا اِختصار ختم کیا۔

b اس میں کتبِ ستہ کی جو اصل احادیث چھوٹ گئی تھیں اُنہیں جامع الأصول میں شامل کیا۔

c جامع الأصول کو مستقل فقہی ابواب پر مرتب کیا۔

d بغرضِ اختصار احادیث کی اسانید حذف کردیں۔

e غریب الفاظ کی توضیح و تشریح کی۔

f تمام سند ذکر کرنے کے بجائے راوی حدیث صحابی یا تابعی کے نام پر اکتفا کیا، البتہ کسی خاص

مقصد کے لیے کسی راوی کا نام ذکر کر دیتے ہیں۔

g متون میں محض مرفوع روایات اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم تک اکتفا کیا جبکہ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ وغیرہ کے اقوال شاذ و نادر ہی مذکور ہیں۔

h کتاب کے آخر میں ایک مستقل باب میں حروفِ تہجی کے اعتبار سے راویوں کے اسماء اور مختصر تراجم کا بھی تذکرہ کیا گیا۔

i کتابِ رزین میں درج شدہ صحیح بخاری و مسلم کی احادیث کی پڑتال کے لیے امام حمیدی کی کتاب 'الجمع بین الصحیحین' سے اس کا تقابل کیا اور باقی کتب: ابوداود، ترمذی، نسائی اور موطا امام مالک کا اصل کتب سے موازنہ کیا۔ یوں کتابِ رزین میں جو کمی بیشی تھی، اس کا اِزالہ ہو گیا۔

j احادیث کی ترقیم بندی کی، لیکن زائد الفاظ کو بغیر ترقیم کے ذکر کیا۔

k اگر کوئی حدیث بخاری و مسلم سمیت دیگر کتبِ حدیث میں بھی موجود ہو تو بخاری و مسلم کے الفاظ پر اکتفا کیا گیا، البتہ دیگر کتب میں زوائد الفاظ ہوں تو وہ بیان کر دیئے گئے ہیں۔

l کتابِ رزین سے جو احادیث کتبِ ستہ میں نہ مل سکیں، ان کے لیے رواہ رزین کی اصطلاح وضع کی اور آخر میں لم أجده کہہ کر کتبِ ستہ میں موجود نہ ہونے کی صراحت کر دی۔

m جو حدیث کسی معنی میں منفرد ہو، اسے اس کے متعلق خاص باب میں ذکر کیا گیا ہے۔ البتہ ایسی احادیث جو کثیر المعنیٰ ہوں اور کوئی خاص یا غالب معنیٰ کشید نہ کیا جا سکتا ہو تو اسے کتاب کے آخر میں 'کتاب اللواحق' میں ذکر کر دیا گیا ہے، جبکہ مختلف الجہت معانی پر مشتمل ایسی احادیث جو کسی معنیٰ میں خاص یا غالب ہو، اسے اس خاص باب کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

n تخریج احادیث کے لیے رموز استعمال کئے گئے ہیں۔

کتب و اَبواب بندی کا طریقۂ کار

a صاحبِ جامع الأصول نے مسائل کو فقہی ترتیب پر، لیکن کتب و ابواب کو حروفِ ابجدی کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، مثلاً حرف ہمزہ کے تحت دس کتب بیان ہوئی ہیں:

a كتاب الايمان والإسلام b كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة c كتاب الأمانة d كتاب الأمر بالمعروف e كتاب الاعتكاف f كتاب إحياء الأموات g كتاب الإيلاء h كتاب الأسماء والكنىٰ i كتاب الآنية j كتاب الأمل والأجل

b ابواب بندی میں اوّلاً 'کتاب'، ثانیاً 'ابواب'، ثالثاً 'فصول' پھر 'فروع'، پھر انواع کی ترتیب

اختیار کی گئی ہے، لیکن یہ مستقل ترتیب نہیں، بلکہ بعض جگہ ابواب وغیرہ کو حذف بھی کر دیا گیا ہے مثلاً:

* **الكتاب الأول:** في الإيمان والإسلام وفيه ثلاثة أبواب

الباب الأوّل: في تعريفهما حقيقةً ومجازًا وفيه فصلان:

الفصل الأوّل: في حقيقتهما وأركانهما

الفصل الثاني: في المجاز

* **الباب الثاني:** في أحكام الإيمان والإسلام، وفيه ثلاثة فصول:

الفصل الأوّل: في حكم الإقرار بالشهادتين

الفصل الثاني: في أحكام البيعة

الفصل الثالث: في أحكام متفرقة

* **الباب الثالث:** في أحاديث متفرقة تتعلق بالإيمان والإسلام

پھر کچھ کتب ایک یا دو ابواب مع فصول و فروع اور انواع کے ہیں۔ کچھ کتب، فصول وانواع پر اور کچھ محض کتاب پر ہی موقوف ہیں۔ مثلاً الكتاب الثالث في الأمانة کے ابواب و فصول بالکل نہیں ہیں۔

c ہر حرف میں شامل کتب کے اختتام پر اس حرف کے متعلقہ ان عنوانات کی وضاحت بھی کی گئی ہے جو اس حرف کے تحت درج نہیں کہ وہ عنوانات کن کتب کے تحت آئیں گے مثلاً وہ ابواب جن کا آغاز حرف ہمزہ سے ہوتا ہے، لیکن وہ حرفِ ہمزہ کے تحت مذکور نہیں:

a الاحتكار في كتاب البيع من حرف الباء
b الأمان في كتاب الجهاد من حرف الجيم
c الإحرام في كتاب الحج من حرف الحاء
d الأضحية في كتاب الحج

علیٰ ہذا القیاس بقیہ کتب کے آخر میں بھی وضاحت مذکور ہے۔

جامع الاصول کی کتب واَبواب کی تفصیل

جامع الاصول کی کل کتب، ابواب، فصول و فروع اور اَنواع کی تفصیل درج ذیل ہے:

a	کل کتب	: ۱۳۰	b	کل ابواب	: ۱۲۴
c	کل فصول	: ۵۰۶	d	کل فروع	: ۳۵۲

e کل انواع : ۳۷۷

محقق جامع الأصول ایمن صالح شعبان کا طریقۂ تحقیق

جامع الاصول پر بعض تحقیقات بھی کی گئی ہیں، جن میں سے اہم فضیلۃ الشیخ ایمن صالح شعبان کی تحقیق و تخریج ہے، جس میں انہوں نے درج ذیل اضافہ جات بھی کیے ہیں:

a آیات، احادیث اور آثار کی تخریج کی اور اِعراب لگائے۔

b احادیث کی اسناد بیان کیں، صحت و ضعف کا حکم لگایا اور تخریج احادیث میں کتبِ ستہ کے علاوہ جو روایات مسند حمیدی، مسند عبد بن حمید، مسند احمد، سنن دارمی، فی خلق افعال العباد، جزء رفع الیدین للبخاری، الادب المفرد اور شمائل ترمذی میں تھیں، ان کتب کی احادیثِ زوائد مع سند اور رقم الحدیث بیان کیں۔

c ہر کتاب کے آخر میں کتبِ ستہ کی تکمیل کی خاطر زوائد ابن ماجہ للبوصیری کا اضافہ کیا۔

d تخریج حدیث کے بعد غریب الفاظ کی تشریح بیان کی۔

کتابِ ہذا میں نقائص اور خامیاں

جامع الاصول اپنی افادیت و اہمیت کے لحاظ سے ایک جامع اور نہایت مفید کتاب ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس میں کئی نقائص ہیں:

a اَحادیث کو جمع کرنے کے کوئی قواعد و اُصول مقرر نہیں کیے گئے اور نہ ہی احادیث کے اختصار میں کسی کتاب کو معیار مقرر کیا ہے بلکہ جو حدیث جس انداز میں جس جگہ مناسب ہوئی، منطبق کر دی۔

b اختصار احادیث کے لیے نہ تو بخاری و مسلم کو مقدم کیا گیا ہے اور نہ ہی بقیہ کتاب سے حذف شدہ احادیث کی وضاحت ہے۔

c تخریج کیلئے تو رموز استعمال کیے گئے ہین لیکن زوائد الفاظ کی تخریج و تحقیق نامکمل ہے۔

d ایک معنی کی کئی روایات میں الفاظ کا تکرار باقی ہے۔

e مسائل کی تبویب تو فقہی ہے لیکن کتب کو حروفِ تہجی کی ترتیب سے مرتب کرنے کی وجہ سے احادیث و مسائل کی تلاش نہایت پیچیدہ اور مشکل ہوگئی ہے۔ پھر حروفِ ہجائی کی ترتیب کے باوجود حروف کے متعلق کتنی ہی کتب و ابواب کو حذف کرکے کسی اور کتاب یا باب میں داخل کر دیا گیا ہے، جس سے قارئین کے لیے حدیث و مسئلہ کی تلاش میں بہت مشکل پیدا ہوئی ہے۔

f کتبِ ستہ کے مصنّفین کے عناوین ابواب حذف کرنے سے فقہی استدلال اور مسائل کے استنباط کا فائدہ مفقود ہوا ہے جس سے احادیث سے مسائل مستنبط کرنا مشکل ہوگیا ہے۔

g کتب، ابواب، فصول، فروع اور انواع کی تقسیم کا قاعدہ کلیہ مقرر نہیں بلکہ کچھ کتب کے کئی ابواب، کئی فصول اور کئی فروع و انواع ہیں لیکن کچھ کتب ابواب، فصول اور فروع و انواع سے یکسر ہی خالی ہیں۔ کچھ کے ابواب ہیں، فصول نہیں اور فروع میں کچھ کتب ابواب سے خالی اور فصول و فروع پر مشتمل ہیں، اور کچھ فروع و انواع پر، خلاصہ یہ کہ کتب و ابواب کی تقسیم غیر معیاری ہے۔

C <u>جامع السنن والمسانید</u> (مسند)

مصنف: حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیر قرشی دمشقی (م ۷۷۴ھ)

مجلدات: ۴۰ تعدادِ احادیث: ایک لاکھ سے زائد

a یہ حافظ ابن کثیر کی مایہ ناز کتاب اور عظیم علمی شاہکار ہے، جس میں اُنھوں نے حدیث کی دس بڑی کتب: a مسند احمد b صحیح بخاری c صحیح مسلم d سنن ابی داود e جامع ترمذی f سنن نسائی g سنن ابن ماجہ h معجم کبیر طبرانی i مسند بزار اور j مسند ابو یعلیٰ کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے، البتہ کبھی کبھی ان کتب کے علاوہ دیگر کتب کی احادیث بھی نقل کر دیتے ہیں مثلاً حلیة الأولیاء لابی نعیم، کتاب الاصول لابن ابی الدنیا، اسد الغابۃ، الاصابۃ وغیرہ۔ ابن کثیر ان کتب کو جمع کرنے کے بعد اس کتاب کی افادیت و اہمیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> ''یہ دس کتابیں ایک لاکھ سے زائد مکرر اَحادیث پر مشتمل ہیں جن میں صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع روایات شامل ہیں اور یہ کتابیں بہت سے فقہی احکام، تفسیر، تاریخ، رقائق اور فضائل و مناقب پر مشتمل ہیں۔'' (جس سے ان کتب کی جامعیت عیاں ہو جاتی ہے)

b مسند کی طرز پر جمع شدہ اس عظیم کتاب کی حافظ ابن کثیر کی تیار کردہ جلدوں کی تعداد ۳۷ اور اضافہ شدہ جلدوں کی تعداد تین ہے، کل جلدیں ۴۰ بنتی ہیں۔

c ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلعجی نے جامع المسانید کی تحقیق و تخریج کی ہے۔

d حافظ ابن کثیر نے مسند احمد کی اَحادیث کو مقدم رکھا ہے، پھر جو حدیث کتبِ ستہ، مسند بزار، مسند ابی یعلیٰ، معجم کبیر میں ہو وہ حدیث نقل کرنے کے بعد ان کتب کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں اور راس روایت کی متعلقہ اَسانید ذکر کر دیتے ہیں۔ یوں متابعت و شواہد کی تلاش کے لیے یہ

ایک بہترین اور انتہائی مفید کتاب ہے۔

e حافظ ابن کثیر اس کتاب کی تکمیل کے قریب پہنچ گئے تھے۔ مسند ابی ہریرہؓ زیر تکمیل تھی کہ قبل از تکمیل اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ پھر مسند ابی ہریرہؓ کو ابن کثیر کی طرز پر ابوعبداللہ عبدالسلام بن محمد بن عمر بن قلوش نے تین جلد میں مکمل کیا۔ یوں اس کتاب میں جو کمی رہ گئی تھی، اس کا اِزالہ ہوگیا۔

f اَحادیث کو مسند کی طرز پر یعنی ہر صحابی کی علیحدہ روایات بنام صحابی حروفِ تہجی کے اعتبار سے جمع کی ہیں اور جن صحابہ سے روایت کرنے والے شاگردوں کی تعداد زیادہ ہے، اُنہیں معجم کی ترتیب پر جمع کیا ہے۔

g اسمائے رواۃ کی ترتیب میں اَوّلا اسماء، ثانیاً کنیٰ، ثالثاً مبہم رواۃ، رابعًا عورتوں کے نام ہیں۔ یہ سلسلہ سولہویں جلد تک ہے۔ اس کے بعد مشہور صحابہ کرام سے روایات کا علیحدہ سلسلہ ہے۔ چنانچہ ۱۷ جلد میں ابوبکرؓ و عثمانؓ، ۱۸ جلد میں عمر بن خطابؓ، ۱۹ و ۲۰ جلد میں علیؓ بن ابی طالب، ۲۱، ۲۲، ۲۳ جلد میں انس بن مالکؓ، ۲۴، ۲۵ جلد میں جابر بن عبداللہؓ، جلد ۲۶ میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، جلد ۲۷ میں عبداللہ بن مسعودؓ، جلد ۲۸، ۲۹ میں عبداللہ بن عمرؓ، جلد ۳۰، ۳۱، ۳۲ میں عبداللہ بن عباسؓ، جلد ۳۴ میں ابوسعید خدریؓ، جلد ۳۵، ۳۶، ۳۷ میں عائشہؓ کی روایات ہیں پھر جلد ۳۸، ۳۹، ۴۰ میں ابوہریرہؓ کی روایات جمع کی گئی ہیں۔

h صحابہ کرام کے مختصر و مطول تراجم ذکر کیے گئے ہیں۔

i بعض راویوں سے کوئی روایت مروی نہیں، لیکن اسماء کی ترتیب میں اُنہیں بھی ذکر کردیا گیا ہے، مثلاً ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف، ابراہیم بن ابی موسیٰ اشعری اور ابراہیم نجار وغیرہ ان کی اس کتاب میں کوئی روایت نہیں ہے۔

j اسی طرح ابراہیم بن محمد سے کوئی روایت تو منقول نہیں، لیکن ترتیب اسماء میں ان کے نام کے تحت ان کے فضائل و مناقب جمع کردیئے گئے ہیں۔

k شدید ضعیف روایات پر جرح کرتے اور ضعیف راوی کا ضعیف بیان کردیتے ہیں۔

فوائد و محاسن

a ذخیرہ اَحادیث کے اعتبار سے یہ کتاب اَحادیث کا نہایت بڑا ذخیرہ ہے جس میں نادر و نایاب

اَحادیث درج ہیں اور احادیث کی کثیر تعداد پر مشتمل احادیث کا گراں مایہ گنجینہ ہے۔

b کتاب مذکورہ میں ایسی نادر و نایاب کتب کی احادیث ہیں کہ محقق کا ان کتب تک رسائی حاصل کرنا نہایت مشکل بلکہ بعض کتب پر تو اطلاع پانا بھی ناممکن ہے۔

c احادیث کی ترتیب کا طریقہ انتہائی سہل ہے کہ تخریج و تحقیق کا ذوق رکھنے والوں کے لیے احادیث کی تخریج نہایت سہل ہے۔

d اسناد کی بحث اور راویوں کے احوال کے بیان کے اعتبار سے یہ کتاب نہایت مفید ہے۔

نقائص و مؤاخذات

a مؤلف نے کتاب کے مقدمہ میں تحریر کیا ہے کہ وہ ہر حدیث پر اس کے موافق صحت و ضعف کا التزام کریں گے، لیکن وہ اس شرط کا التزام نہ کر سکے، کیونکہ کئی روایات ہیں جن کی تحقیق کا سرے ہی سے اہتمام نہیں۔

b احادیث کی ترتیب نہایت مشکل ہے کہ عام آدمی کا اس کتاب سے احادیث تلاش کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ جسے حدیث کے شروع کے الفاظ یاد نہ ہوں، اس کے لیے متعلقہ حدیث تک پہنچنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

c اگر کسی معین موضوع کی احادیث مطلوب ہوں تو انہیں تلاش کرنا تقریباً ناممکن ہے کیونکہ اس لیے پوری کتاب کھنگالنا لازم ہے جو انسانی بساط سے بالاتر ہے۔

d مکرر احادیث بے شمار ہیں۔

مذکورہ بالا تینوں کتب کا تعلق مکرر احادیث کو یکجا کرنا اور ان میں تکرار کا خاتمہ کرنا ہے، جیسا کہ بعد میں آنے والی کتب کا مقصد بھی یہی ہے، تاہم ان تین اور بعد میں آنے والی چار کتب میں یہ فرق ہے کہ ان میں چند مخصوص کتابوں کی حد تک یہ کام کیا گیا ہے، جبکہ بعد میں آنے والی کتب میں اس مقصد کو تمام امکانی ذخیرہ حدیث تک توسیع دے دی گئی ہے۔

D الجامع الصغیر و زیادتہ کا تجزیہ (مختصر قولی احادیث)

مؤلف: حافظ جلال الدین ابو الفضل بن ابی بکر بن محمد بن سابق سیوطی (م ۹۱۱ھ)

مجلدات: ۳ تعدادِ احادیث: ۱۴۶۶۲

علامہ سیوطی کی حدیث پر گراں قدر تصنیف ہے، جسے علماے کرام نے شرفِ قبول بخشا اور یہ اپنی افادیت کے پیشِ نظر عوام و خواص میں معروف و مشہور ہے پھر اپنے وسیع ذخیرۂ حدیث کی وجہ

سے اس کے چرچے اہل علم میں زبان زدِ عام ہیں اور تمام علما و فضلا اس کی حسن ترتیب و جمع اَحادیثِ کثیرہ کا کھلا اعتراف کرتے ہیں، جس وجہ سے یہ کتاب متونِ احادیث میں سے ایک جامع کتاب کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔

کسی بڑے مجموعہ میں تمام احادیث کو جمع کرنے کی یہ کوشش اس لحاظ سے انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں حدیثِ رسول ﷺ کے بے شمار مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے، تاہم اس لحاظ سے یہ استفادہ اور جمع محدود بھی ہے کہ اس میں صرف ان احادیث کو لایا گیا ہے جو مختصر اور جامع قولی روایات ہیں، تفصیلی احادیث اور لمبے واقعات سے اجتناب کیا گیا ہے۔

کتاب کی ترتیب وانتخاب کا طریقہ

جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابو بکر سیوطی نے نبی ﷺ کی تمام قولی اور فعلی احادیث میں سے مختصر اور جامع روایات کو ایک کتاب میں جمع کرنے کا ارادہ کیا، جسے اُنہوں نے الجامع الکبیر المسمّٰی جمع الجوامع سے موسوم کیا اور پھر اسی کتاب کی دو قسمیں بنائیں۔ القسم الأوّل قولی احادیث پر مشتمل ہے اور اُنہیں حروفِ ہجائی کی ترتیب پر مرتب کیا۔ القسم الثاني احادیثِ فعلیہ پر مشتمل ہے اور اسے مسانیدِ صحابہ کی طرز پر مرتب کیا گیا ہے، لیکن یہ کتاب ابھی زیر تکمیل تھی کہ امام صاحب اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ البتہ وفات سے چند سال قبل اُنہوں نے قسم اوّل یعنی قولی احادیث کو حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا، اور اس کا نام الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر ﷺ رکھا، جس کی احادیث کی تعداد تقریباً ۱۰۰۳۱ تھی۔ پھر اسی کتاب کی ذیل لکھی جس کا انتخاب الجامع الکبیر اور دیگر احادیث کی کتب سے کیا گیا اور اسے زیادۃ الجامع سے موسوم کیا، اس ذیل کی ترتیب اور رموز بھی الجامع الصغیر کی ترتیب و رموز کے موافق تھی جس میں احادیث کی تعداد تقریباً ۴۴۴۰ ہے۔ یہ دونوں کتابیں 'الجامع الصغیر' اور 'زیادۃ الجامع' باقاعدہ الگ الگ دو کتابیں تھیں جنہیں علامہ یوسف نبہانی نے یکجا کر دیا۔ یوں یہ کتاب الجامع الصغیر و زیادتہ کے نام سے معروف ہوئی۔

اس کتاب میں احادیث کی ترتیب حروفِ ہجائی کے لحاظ سے ہے، البتہ حرف کاف سے شروع ہونے والی احادیث ذکر کرنے کے بعد لفظ 'کان' سے شروع ہونے والی احادیث کو الگ باب میں ذکر کیا ہے۔ حرفِ 'نون' سے شروع ہونے والی احادیث کے خاتمے کے بعد باب المناهي کے نام سے وہ روایات نقل کی گئی ہیں جن کا آغاز لفظ 'نہی' سے ہوتا ہے، تاہم حرفِ 'لام' کے تحت آنے والی روایات میں ان روایات کا ذکر نہیں جن کا آغاز کلمہ 'لا' سے ہوا ہے بلکہ اُنہیں ایک الگ باب

میں حرف 'واؤ' کے اختتام پر حرف 'اللام الف' کے تحت درج کیا ہے۔

اَحادیث کی تخریج میں استعمال کردہ رموز

اَحادیث کی تخریج میں اکثر رموز استعمال کئے گئے ہیں جو مصنفِ کتاب کی ذاتی اختراع ہے۔ رموز کا طریقۂ کار درج ذیل ہے:

a	خ	صحیح بخاری	b	م	صحیح مسلم
b	ق	بخاری، مسلم	d	د	سنن ابوداود
c	ت	جامع ترمذی	f	ن	سنن نسائی
g	ہ	سنن ابن ماجہ			
h	ع	هؤلاء الأربعة (ابوداوٗد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)			
i	۳	د، ت، ن	j	حم	مسند احمد
k	عم	زوائد عبداللہ بن احمد	l	ك	مستدرک حاکم
m	خد	الأدب المفرد	n	تخ	التاريخ للبخاري
o	حب	صحیح ابن حبان	p	طب	طبرانی کبیر
q	طس	طبرانی اوسط	r	طص	طبرانی صغیر
s	ص	سنن سعید بن منصور	t	ش	مصنف ابن ابی شیبہ
u	عب	مصنف عبدالرزاق	v	ع	مسند ابویعلیٰ
w	قط	دار قطنی	x	فر	مسند الفردوس از دیلمی
y	حل	الحلية از ابونعیم	z	هب	شعب الایمان از بیہقی
ã	هق	سنن بیہقی	ä	عد	الکامل از ابن عدی
å	عق	الضعفاء از عقیلی	(۳۱)	خط	تاریخ بغداد

پھر کچھ کتب کے رموز کے بجائے اُن کتب کے پورے نام ذکر کئے گئے ہیں مثلاً: تاريخ ابن عساكر، الزهد للهناد، مسند الطيالسى، المختارة للضياء المقدسي، الفوائد للسموية، طبقات ابن سعد، الألقاب للشيرازى، كتاب الصلاة لمحمد بن نصر، مسند بزار، ابن خزيمة، مكارم الأخلاق للخرائطي، قضاء الحوائج لابن أبي الدنيا، مؤطا مالك، الكنٰى للدولابي، طحاوى.

کتب کی اس طویل فہرست سے جامع الصغیر وزیادتہ کی وسعت کا علم ہوتا ہے جس میں صرف

ان کتب کی قولی احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ نیز تخریج حدیث کے بعد صحابی کا نام بیان کر دیا گیا ہے۔

اَحادیث کی تحقیق کا طریقہ

a پیش نظر کتاب میں اَحادیث کی تحقیق اور احادیث پر صحت و ضعف کا حکم لگانے کا انداز محدثین کے اُصول سے بالکل مختلف اور مصنف کی ذاتی ایجاد ہے۔ چنانچہ مصنف درج ذیل کتب: بخاری، مسلم، ابن حبان، مستدرک حاکم، المختارۃ از ضیاء مقدسی، موطا مالک، ابن خزیمہ، مستخرج ابی عوانہ، ابن السکن، المنتقیٰ از ابن جارود اور مستخرجات کی احادیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ اور سنن ابو داود کی وہ روایات جن پر امام ابو داودؒ نے سکوت اختیار کیا ہے، کو حسن تسلیم کرتے ہیں۔

b ترمذی، ابن ماجہ، ابو داود، مسند طیالسی، مسند احمد، زوائد عبد اللہ بن احمد، مصنف عبد الرزاق، سنن سعید بن منصور، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند ابی یعلیٰ، طبرانی کبیر، اوسط، دار قطنی، حلیۃ الاولیاء از ابو نعیم، سنن بیہقی اور شعب الایمان از بیہقی میں صحیح، حسن، ضعیف روایات ہیں جن کے حکم کی غالباً وضاحت کر دی گئی ہے۔

c البتہ مصنف کے ہاں مسند احمد کی تمام روایات مقبول ہیں اور اس کی ضعیف روایات کو بھی حسن کے قریب کا درجہ دیا گیا ہے۔

d الضعفاء از عقیلی، کامل ابن عدی، تاریخ بغداد، تاریخ ابن عساکر، حکیم ترمذی، ابن نجار اور مسند الفردوس از دیلمی کی روایات مصنف کے ہاں ضعیف و نا قابل اعتبار ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف ضعف کی نسبت کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا گیا۔

احادیث پر یہ حکم امام سیوطی کی ذاتی اختراع ہے، جسے اُصولِ حدیث کے موافق نہ ہونے کی وجہ سے محدثین نے قبول نہیں کیا، بلکہ علامہ عبد الرؤف المناوی نے 'الجامع الصغیر وزیادتہ' کی شرح فتح القدیر میں راویوں پر بحث کی ہے اور ضعیف و نا قابل اعتبار روایات کی اُصولِ حدیث کی روشنی میں وضاحت کی ہے۔ احادیث کی صحت و ضعف پر مزید کام کی ضرورت کی بنا پر محقق العصر علامہ محمد ناصر الدین البانی نے اسی کتاب کی تحقیق کی ہے اور اُنہیں تین ضخیم جلدوں میں مرتب کیا ہے۔ دو جلدیں صحاح وحسان احادیث پر مشتمل ہیں اور ایک جلد ضعیف و موضوع روایات پر مشتمل ہے۔ نیز علامہ البانی نے احادیث کی تخریج میں مزید اضافہ بھی کیا ہے۔

کتاب ہذا کی احادیث کی تعداد

اس کتاب میں شامل کل احادیث کی تعداد ۱۴۶۶۲ ہے، جن میں سے صحیح و حسن روایات ۸۱۹۳ اور ضعیف و موضوع روایات ۶۴۲۹ ہیں۔

E جمع الجوامع یا الجامع الکبیر

مصنف: حافظ جلال الدین ابوالفضل بن ابی بکر بن محمد بن سابق سیوطی (م۹۱۱ھ)

تعدادِ احادیث: ۴۶۶۲۴

جمع الجوامع یا الجامع الکبیر بھی امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی کی مایہ ناز تالیف ہے جس میں انہوں نے نبی ﷺ کی قولی و فعلی اَحادیث کو بالاستیعاب جمع کرنے کی انتھک کوشش کی ہے۔ ان کی یہ کتاب تجمیع احادیث کا ایک عظیم شاہکار ہے جس میں تشنگانِ علم کی سرابی کا کافی سامان ہے اور ذخیرہ احادیث کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کی تصنیف علامہ سیوطی کی احادیثِ نبویہ سے قلبی لگاؤ اور خدمت حدیث کے بے پناہ جذبہ کی واضح دلیل ہے۔

اَحادیث کا طریقۂ انتخاب

مؤلف کتاب نے احادیث نبویہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

حصہ اوّل: قولی احادیث **حصہ دوم:** فعلی احادیث

(۱) **قولی احادیث:** یہ حصہ فقط قولی احادیث پر مشتمل ہے۔

(۲) **فعلی احادیث:** یہ حصہ محض فعلی احادیث پر مشتمل ہے اور فعلی احادیث کی تقسیم کی چار صورتیں بنتی ہیں:

a محض فعلی احادیث مثلاً صحابی نبی کریم ﷺ کا یا راوی کسی صحابی کا فعل نقل کرے۔ جیسے صفوان نے عمر سے پوچھا: كيف صنع رسول الله ﷺ حين دخل الكعبة فقال: صلى ركعتين؟

"رسول اللہ ﷺ جب کعبہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے کیا عمل کیا۔ عمرؓ نے کہا: آپؐ نے کعبہ میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا کی۔"

b احادیث جو آپؐ کے قول و فعل پر مشتمل ہیں۔

c فعلی احادیث کی تیسری قسم ان احادیث کو شامل ہے۔ جس کے پس منظر میں کوئی سبب یا علت پنہاں ہے۔ اس کی مثال یہ حدیث ہے:

قدم على النبي ﷺ سبي فإذا امرأة من السبیّ تسعى، إذا وجدت صبيا في السبى أخذته فألصقته ببطنها ورضعته فقال لنا النبي ﷺ: أترون هذه طارحة ولدها في النار؟ قلنا: لا، وهي تقدر علي أن لا تطرحه، قال: الله ارحمه بعباده من هٰذه بولدها. ففعل المرأة هو سبب الحديث.

''نبی ﷺ کے پاس کچھ قیدی لائے گئے تو ناگہاں ایک عورت (بچہ گم ہونے کی صورت میں اس کی تلاش میں) بھاگنے لگی پھر جب اس نے قیدیوں میں بچہ تلاش کیا تو اسے پکڑ کر اپنے سینے سے چپکا لیا اور اسے دودھ پلانے لگی۔ اس پر نبی ﷺ نے ہمیں ارشاد کیا: کیا خیال ہے یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈالے گی؟ ہم نے عرض کیا: نہیں، بشرطیکہ یہ اسے آگ میں نہ پھینکنے پر قادر ہو۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس عورت کے اپنے بچے پر مہربان ہونے کی نسبت اپنے بندوں پر زیادہ مہربان ہے۔ چنانچہ مذکورہ عورت کا فعل آپؐ کی قولی حدیث کا سبب بنا ہے۔

d وہ احادیث جو مراجعت واستشہاد کے طور پر مروی ہیں۔

قولی و فعلی اَحادیث کا طریقہ ترتیب

مؤلفِ کتاب نے تمام قولی احادیث کو حروفِ تہجی کے حساب سے جمع کیا اور قولی احادیث کو مسند صحابی کی طرز پر ترتیب دیا ہے اور صحابی سے مروی مرفوع و موقوف روایت کو ہر صحابی کی الگ مرویات میں جمع کیا ہے جس کی ترتیب حسب ذیل ہے:

اوّلاً: عشرہ مبشرہ صحابہؓ کو مقدم رکھا ہے اور ان کی مرویات اس ترتیب سے بیان کی ہیں:

(۱) ابوبکر صدیقؓ (۲) عمر بن خطابؓ (۳) عثمان بن عفانؓ (۴) علی بن ابی طالبؓ (۵) سعد بن ابی وقاصؓ (۶) سعید بن زیدؓ (۷) طلحہ بن عبید اللہؓ (۸) زبیر بن عوامؓ (۹) عبد الرحمن بن عوفؓ (۱۰) ابوعبیدہ بن جراحؓ

ثانیاً: عشرہ مبشرہ کے بعد باقی صحابہ کے نام معجم کی ترتیب سے مرتب ہیں، پھر کنیت کے اعتبار سے، اس کے بعد مبہم رواۃ، پھر عورتوں کے اسما اسی ترتیب سے ہیں۔ پھر مرسل احادیث کا بیان ہے جو ان کے راویوں کے ناموں اور کنیّتوں کی ترتیب سے مرتب ہیں۔

رموز کا استعمال

قولی اور فعلی احادیث کی تخریج کے لیے رموز استعمال کیے گئے ہیں جن کی توضیح درج ذیل ہے:
a (ح) بخاری b (م) مسلم c (د) ابوداؤد d (ت) ترمذی e (ن) نسائی f (ہ) ابن ماجہ g (حم) مسند احمد h (حب) صحیح ابن حبان i (ك) مستدرک حاکم j (ض) المختارۃ للضیاء المقدسی k (ط) مسند طیالسی l (عم) زوائد المسند لعبد اللہ یعنی احمد بن حنبل m (عب) مصنف عبد الرزاق n (ش) مصنف ابن ابی شیبہ o (ص) سنن سعید بن منصور p (ع) مسند ابویعلیٰ q (طب) معجم طبرانی کبیر r (طس) معجم طبرانی اوسط s (طص) معجم طبرانی صغیر t (قط) سنن الدار قطنی (اگر روایت سنن میں ہو تو (قط) استعمال کرتے اور اگر کسی اور کتاب میں ہو تو کتاب کی صراحت کر دیتے ہیں۔ u (حل) حلیۃ الاولیاء لأبی نعیم v (ق) سنن الکبریٰ للبیہقی (اگر روایت سنن بیہقی میں ہو تو (ق) رمز استعمال کرتے ہیں اور اگر امام بیہقی کی دوسری کتب میں روایت ہو تو توضیح کر دیتے ہیں۔ w (ھب) شعب الایمان للبیہقی x (عق) الضعفاء للعقیلی y (عد) الکامل فی الضعفاء الرجال لابن عدی z (خط) تاریخ بغداد (کر) تاریخ ابن عساکر (۲۷)

پھر کچھ کتب کے رموز مستعمل نہیں بلکہ اصل نام ذکر کر دیئے گئے۔

اَحادیث کی تصحیح و تضعیف کا عجیب اُسلوب

امام سیوطی نے زیر تذکرہ کتاب میں فقط نبی ﷺ کی قولی اور فعلی احادیث ہی نقل نہیں کیں بلکہ احادیث کے صحت و ضعیف کے حکم کا اہتمام بھی کیا ہے۔ لیکن ان کی تصحیح و تضعیف کا انداز یہاں بھی محدثانہ اُصولوں سے جداگانہ اور ان کی ذاتی اختراع کا شاخسانہ ہے۔ انہوں نے جمع الجوامع میں مذکور کتابوں کو صحت و ضعف کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

قسم اوّل میں درج ذیل کتابوں کی احادیث صحیح ہیں اور جمع الجوامع میں ان کتب کی روایات کو صحت پر محمول کیا گیا ہے:

(۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم (۳) مستدرک حاکم (البتہ بعض مقامات پر حاکم کے تساہل کے مؤاخذت کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے۔ (۴) المختارۃ للضیاء المقدسی (۵) صحیح ابن حبان (۶) صحیح ابن خزیمہ (۷) مؤطا امام مالک (۸) مستخرج ابو عوانہ (۹) الصحاح لابن السکن (۱۰) المنتقیٰ لابن جارود (۱۱) المستخرجات

قسم ثانی میں وہ کتب شامل ہیں جو صحیح، حسن اور ضعیف روایات پر مشتمل ہیں اور ضعیف حدیث کا سببِ ضعف غالبًا بیان کر دیا جاتا ہے اور یہ کتب درج ذیل ہیں:

(۱) سنن ابی داؤد (۲) جامع ترمذی (۳) سنن نسائی (۴) سنن ابن ماجہ (۵) مسند ابی داؤد الطیالسی (۶) مسند احمد بن حنبل و زوائد مسند (۷) مصنف عبدالرزاق (۸) مصنف ابن ابی شیبہ (۹) سنن سعید بن منصور (۱۰) مسند ابی یعلیٰ (۱۱) طبرانی کی تینوں معاجم: معجم کبیر، معجم اوسط، معجم صغیر (۱۲) امام دارقطنی کی تالیفاتِ سنن دارقطنی و دیگر کتب (۱۳) حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم (۱۴) سنن بیہقی (۱۵) شعب الإیمان للبیہقی

مسند احمد کی احادیث کے متعلق بھی امام سیوطی کا موقف ائمہ حدیث سے جداگانہ ہے، مسند احمد کی روایات کے متعلق اپنا نقطہ نظر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

كل ما في مسند أحمد فهو مقبول، فإن الضعيف الذي فيه يقرب من الحسن

"مسند احمد کی ہر حدیث مقبول، قابل احتجاج ہے اور اس کتاب کی ضعیف روایت بھی حسن حدیث کے حکم کے قریب ہے۔"

قسم ثالث: امام سیوطی نے صحت و ضعف کے اعتبار سے تیسری قسم میں وہ کتب شامل کی ہیں، ان کے نزدیک جن میں تمام روایات ضعیف ہیں، وہ کتب مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) الضعفاء للعقیلی (۲) الکامل فی الضعفاء الرجال لابن عدی (۳) تاریخ بغداد (۴) تاریخ دمشق لابن عساکر (۵) نوادر الأصول للحکیم الترمذی (۶) تاریخ نیسابور للحاکم (۷) تاریخ ابن الجارود (۸) مسند الفردوس للدیلمی

چنانچہ مؤلف ان کتب احادیث کی طرف احادیث کی نسبت کر دینے کے بعد اسباب ضعف بیان کرنے سے خود کو بری الذمہ سمجھتے ہیں، یعنی مؤلف کے نزدیک ان کتابوں کا حوالہ ہی حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ سمجھا جائے۔

مصادرِ کتب

چونکہ امام سیوطی کا ارادہ تمام قولی و فعلی احادیث کو یکجا کرنا تھا، اس لیے انہوں نے بالاستیعاب تقریباً کئی متونِ احادیث کو کھنگالا اور ان سے قولی و فعلی احادیث منتخب کرنے کی حتی الامکان پوری کوشش کی۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے دسیوں کتب احادیث کا مطالعہ کیا جن کی تعداد سو کتب کے لگ بھگ بنتی ہے۔

علامہ متقی ہندی نے کنزالعمال کے شروع میں جمع الجوامع کی تیاری میں امام سیوطی کے زیر مطالعہ تقریباً ۸۰ کتب کا ذکر کیا ہے لیکن فی الواقع کتاب کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ جمع الجوامع کے لیے احادیث کے انتخاب میں محولہ کتب کی تعداد ۸۰ سے زائد اور سو کتب کے لگ بھگ ہے۔ اتنی کتابوں سے احادیث کا انتخاب اور تحقیق و تدقیق علامہ سیوطی کے کثرتِ مطالعہ، عمدہ ذوق، حدیثِ رسولؐ سے خاص قلبی لگاؤ اور اشاعتِ حدیث کے بے تحاشا جذبہ کا بین ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس خدمتِ حدیث کے عمل کو قبول کرے اور اُنہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین

اَحادیث کی تعداد

امام سیوطی کا نقطہ نگاہ تمام احادیثِ نبویہ کو جمع کرنا تھا، لیکن تمام کوشش اور بساط بھر محنت کے باوجود وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے اور اُنہوں نے جمع الجوامع میں جو احادیث جمع کی ہیں ان احادیث کی کل تعداد ۴۶۶۲۴ ہے۔ پھر ان کے بعد عبدالرؤف مناوی شافعی نے احادیثِ نبویہ کو جمع کرنے کا عزم کیا اور اُنہوں نے الجامع الأزهر من حديث النبي الأنور میں جمع الجوامع سے بہت زیادہ روایات کا اضافہ کیا جو احادیث جمع الجوامع میں مذکور نہیں تھیں۔

نقائص وعیوب

الجامع الکبیر احادیث نبویہ کا وسیع ترین ذخیرہ ہے جس میں کسی بھی متعلقہ مسئلہ کی اطلاع پانا، کسی بھی موضوع کے متعلق مواد حاصل کرنا اور معروف و غیر معروف روایات کی تلاش کرنا ممکن ہے، لیکن اس اہمیت و افادیت کے باوجود اس کتاب میں کچھ عیوب و نقائص ہیں جس کی وجہ سے کتابِ ہذا سے استفادہ کرنا کافی مشکل اور ماہر محقق اور پختہ کار عالم کے سوا اس کی احادیث کا سراغ لگانا آسان نہیں۔ ذیل میں اس کتاب کی کچھ خامیوں کی طرف توجہ مبذول کرائی جاتی ہے:

a قولی احادیث کی ترتیب ہجائی ہے جس وجہ سے قولی حدیث کو تلاش کرنا نہایت پیچیدہ مرحلہ ہے کہ جب تک قاری کو تمام حدیث یا حدیث کے ابتدائی کلمات یاد نہ ہوں گے، حدیث کی تلاش انتہائی مشکل ہے۔

b فعلی احادیث کی ترتیب مسند و معجم کی ترتیب پر ہے لہٰذا جب تک راویٔ حدیث کا نام ذہن نشین نہ ہوگا، حدیث کی تلاش محال ہوگی اور انتہائی مغزماری اور سر کھپائی کے بعد بھی آپ کورے کے کورے اور مطلوبہ نتائج سے بے بہرہ رہیں گے۔

c احادیث کی ترتیب غیر فقہی ہونے کی وجہ سے ایک موضوع کی احادیث تلاش کرنا مشکل ترین کام ہے اوراس کے لیے آپ کو تمام کتاب کھنگالنا پڑے گی جو انسانی ہمت سے بالا ہے۔

d احادیث کی تحقیق اور ان پر حکم انتہائی غیر معیاری اور اُصول محدثین سے مختلف ہے لہٰذا بخاری، مسلم کے سوا باقی روایات کی صحت و ضعف تک رسائی حاصل نہیں کی جاسکتی ہے۔ لہٰذا ان احادیث کی عدمِ تحقیق کی وجہ سے اُنہیں ضبط تحریر و تقریر میں لانا باعث اضطراب ہے۔ کیونکہ یہ کتاب رطب و یابس احادیث کا مجموعہ ہے جس میں صحیح، ضعیف اور موضوع روایات کی بھرمار ہے لہٰذا جب تک کوئی معروف محقق، اسماء ورجال اور علل حدیث کا ماہر اس کتاب کی تحقیق نہ کرلے اور احادیث کا حکم نہ لگائے، اس وقت تک عام آدمی کے لیے اس کتاب سے استفادہ کرنا ناممکن ہے۔ تب تک اس کتاب کی احادیث کو بے دھڑک اور بلا تحقیق بیان کرنا درست نہیں۔

F کنز العمّال في سنن الأقوال والأفعال

مصنف: علامہ علی بن حسام الدین عبد الملک بن قاضی خان متقی ہندی (م ۹۷۵ھ)

مجلدات: ۱۸ تعدادِ احادیث: ۴۶۶۲۴

یہ تالیف محدثِ شہیر علامہ علی بن حسام الدین عبد الملک بن قاضی خان متقی ہندی کا عظیم شاہکار اور ان کی شبانہ روز محنت کا ثمرہ ہے کہ اُنہوں نے اپنی علمی، فنی اور تحقیقاتی صلاحیتوں کو کھپا کر ذخیرہ حدیث میں ایک گراں قدر اضافہ کیا جو تشنگانِ علم اور اصحابِ تحقیق کے لیے بیش قیمت سرمایہ ہے۔ یہ کتاب دراصل امام سیوطی کی تین کتب الجامع الکبیر، الجامع الصغیر اور زیادۃ الجامع کا مجموعہ ہے جسے مؤلف نے فقہی ترتیب پر بغیر کسی کمی بیشی کے مرتب کیا ہے:

کنز العمّال کی تالیف کا پس منظر

مؤلف اور دیگر علما کے نزدیک امام سیوطی کی کتاب الجامع الکبیر احادیث کا بہت بڑا مجموعہ تھا، جس میں ہزاروں احادیث اور بے شمار آثار تھے لیکن اس کی ترتیب میں درج ذیل عیوب تھے جن کا مؤلف نے تدارک کیا اور اسے مفادِ عام کے لیے فقہی ترتیب پر مرتب کیا:

a الجامع الکبیر: احادیث کا عظیم ذخیرہ تھا لیکن احادیث کی تلاش انتہائی جاں گسل تھی، کیونکہ اگر کسی حدیث کا مفہوم ذہن میں ہے تو اس تلاش کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ کیونکہ اگر وہ قولی حدیث ہے تو اس کے ابتدائی کلمات یاد ہونا ضروری ہیں اور اگر فعلی حدیث ہے تو اس کے صحابی اور

راوی حدیث کے نام سے مطلع ہونا لازم ہے۔ ان دو صورتوں سے عدم واقفیت کی صورت میں اس کتاب کی کسی بھی حدیث کو تلاش کرنا انتہائی دشوار اور ناممکن ہے۔

b الجامع الکبیر میں سے کسی بھی فقہی موضوع مثلاً نماز، زکاۃ اور بیع وغیرہ کے متعلقہ تمام روایات کا احاطہ کرنا اور اطلاع پانا ناممکن ہے، البتہ پوری کتاب کو کھنگالنے سے یہ مقصود حاصل ہو سکتا ہے جو تقریباً ناممکن اور نہایت مشکل کام ہے۔

c اَحادیث کو کتب ، ابواب، فصول اور تراجم کے تحت ذکر کرنا حدیث کی شرح اور اس سے استدلال کے مترادف ہے جب کہ الجامع الکبیر ان تمام چیزوں سے بالکل عاری ہے۔

یہ اسباب و محرکات تھے، جن سے متاثر ہو کر اور الجامع الکبیر کو مفید ترین بنانے کے لیے مؤلف نے کنزالعمال کو ترتیب دیا اور کنزالعمال کی تیاری کے لیے مؤلف نے پانچ مراحل طے کیے:

پہلا مرحلہ: علامہ متقی نے اولاً امام سیوطی کی کتاب الجامع الصغير و زيادته (قولی احادیث) کو جمع کیا، اسے فقہی ابواب پر مرتب کیا اور اس کا نام منهج العمّال في سنن الأقوال رکھا۔

دوسرا مرحلہ: دوسرے مرحلے میں الجامع الکبیر کی الجامع الصغیر کے علاوہ بقیہ احادیث کو فقہی ابواب پر ترتیب دیا گیا ہے اور اس کتاب کو الإكمال لمنهج العمال سے موسوم کیا گیا ہے۔

تیسرا مرحلہ: اس مرحلہ میں مؤلف موصوف نے گذشتہ دونوں کتابوں منهج العمّال اور الإكمال لمنهج العمال کو جمع کیا ہے، البتہ ان دونوں کتب کی اَحادیث میں بایں صورت امتیاز کیا ہے کہ وہ عنوان باندھنے کے بعد اس کے تحت اولاً 'منہج الاعمال' اس عنوان کے متعلق احادیث ذکر کرتے ہیں پھر الاکمال کی احادیث نقل کرتے ہیں اور انہوں اس کتاب کو غاية العمّال في سنن الأقوال کا نام دیا ہے۔

چوتھا مرحلہ: اس مرحلہ میں علامہ متقی ہندی نے الجامع الکبیر کی فعلی احادیث کو فقہی ابواب پر مرتب کیا اور اس کا نام مستدرك الأقوال بسنن الأفعال رکھا۔

پانچواں مرحلہ: اس مرحلہ میں مؤلف نے غاية العمّال في سنن الأقوال اور مستدرك الأقوال بسنن الأفعال کو ایک کتاب میں فقہی ترتیب پر جمع کیا ہے۔ پھر ہر کتاب میں پہلے اس موضوع کے متعلق غاية العمّال (قولی احادیث) سے احادیث نقل کرتے ہیں پھر اس موضوع کی مستدرك الأقوال (فعلی احادیث) سے احادیث ذکر کرتے ہیں۔

مثلاً كتاب الايمان من غاية العمّال (یعنی قولی احادیث) نقل کرتے ہیں پھر ان کے اختتام پر کتاب الایمان من المستدرك الأقوال (فعلی احادیث) بیان کرتے ہیں اور اس کتاب

کو کنز العمّال فی سنن الأقوال والأفعال سے موسوم کیا گیا ہے۔

المختصر کنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، امام سیوطی کی تین کتب الجامع الصغیر، الجامع الصغیر، زیادة الجامع کا مجموعہ ہے جسے فقہی ترتیب پر اس انداز سے مرتب کیا گیا ہے کہ اولاً فعلی احادیث اور اس کے بعد قولی احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ طریقہ ہر کتاب میں اختیار کیا گیا ہے۔

طریقۂ ترتیب

علامہ متقی ہندی نے زیر نظر کتاب کنز العمال کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا ہے اور کتاب ہذا کی تقسیم کتب، ابواب اور فروع کے لحاظ سے کی ہے۔ پھر کتب الف بائی ترتیب پر مرتب ہے اور ہر حرف کے تحت متعدد کتب لائیں گئی ہیں۔ کتب، ابواب اور فروع کی تقسیم کا طریقہ کار جامع الأصول کے طریقہ کے مطابق ہے۔

ہر کتاب و باب کے تحت اولاً قولی احادیث پھر فعلی احادیث نقل کی گئی ہیں۔ یوں یہ کتاب فقہی ترتیب پر مرتب ہونے کی وجہ سے نہایت مفید ہے اور تحقیق و تخریج سے وابستہ اصحابِ علم کے لیے گراں قدر تحفہ ہے اور کسی بھی موضوع کے متعلق احادیث تلاش کرنا کافی آسان و سہل ہو گیا ہے۔

رموز الکتاب

مؤلف نے کنز العمال کی احادیث کی تخریج کیلئے الجامع الصغیر اور الجامع الکبیر کے رموز ہی استعمال کیے ہیں۔ البتہ احادیث کی تخریج کو سمجھنے کے لیے دو نکات کی توضیح ضروری ہے:

منہج العمّال (قولی احادیث) میں 'ق' کا رمز متفق علیہ احادیث کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور الإکمال (فعلی احادیث) میں 'ق' کا رمز سنن بیہقی کے لیے مستعمل ہے۔

بعض احادیث کی تخریج کے لیے 'ز' یا 'بز' رمز استعمال کیا گیا، لیکن امام سیوطی نے اس رمز کی وضاحت نہیں کی یا تو امام سیوطی خود اس رمز کی توضیح کرنا بھول گئے ہیں یا عدم توضیح کا سبب کاتبوں کا سہو ہے۔ البتہ متقی ہندی نے کنز العمال میں اس رمز کی وضاحت کی ہے کہ غالباً اس رمز سے مقصود ابو حامد یحییٰ بن بلال البزار ہیں۔

تحقیق احادیث

مؤلف کتاب نے احادیث کی تخریج اور تحقیق میں امام سیوطی کی تخریج و تحقیق پر تکیہ کیا ہے۔ اپنے طور سے نہ تو احادیث کی تخریج کی ہے نہ تحقیق بلکہ تحقیق کے مسئلہ میں جو سقم الجامع الکبیر

میں موجود تھا اور احادیث کی تحقیق میں امام سیوطیؒ نے ایک غیر معیاری اور اُصول محدثین کے خلاف طریقہ اختیار کیا تھا، صاحبِ کتاب نے اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے اور تحقیق کے لحاظ سے جو تشنگی اور نقص الجامع الکبیر میں موجود تھا، وہی خامیاں اس کتاب میں بھی موجود ہیں۔ لہٰذا عام قارئین جب تک کنزالعمال کی بخاری و مسلم کے سوا دیگر احادیث کی تحقیق کے بارے کسی ماہر محقق سے پوچھ نہ لیں، اس کی صحت پر اعتماد نہ کریں بلکہ اگر کنزالعمال سے کسی حدیث کا حوالہ دینا ہو تو اس کی صحت و ضعف کی آگاہی حاصل کرنے کے بعد یہ اقدام کریں کیونکہ حدیث کی تحقیق و تدقیق اور صحت و ضعف کی شناخت کیے بغیر احادیث کو نبی ﷺ کی طرف نسبت کے بارے احادیثِ صحیحہ میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

G الجامع الأزهر من حديث النبي الأنور

مصنف: عبد الرؤف بن تاج العارفین بن علی الحدادی المناوی (م ۱۰۳۱ھ)

یہ کتاب امام حافظ عبد الرؤوف بن تاج الدین علی بن حدادی مناوی شافعی کی احادیث نبویہ پر ایک مایہ ناز کتاب ہے، جو احادیث نبویہ کا بہت عظیم ذخیرہ اور غالباً سب سے بڑا مجموعہ ہے۔

سبب تالیف

کتاب ہذا کی تالیف کا سبب امام سیوطی کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کرنا تھا، جو اُنہوں نے کتاب الجامع الکبیر کے مقدمہ میں کیا تھا یا ان کے مقدمہ سے مترشح ہوتا تھا کہ اُنہوں نے اس کتاب 'الجامع الکبیر' میں تمام احادیث نبویہ (قولی و فعلی) کا بالاستیعاب احاطہ کیا ہے اور یہ کتاب تمام احادیثِ نبویہ کو محیط ہے۔

امام سیوطی کا یہ دعویٰ حقیقت کے منافی ہونے کے ساتھ اہل علم و تحقیق کے لیے بھی نقصان دہ تھا، کیونکہ امام سیوطی کے اس پرزور دعویٰ کے سبب علما میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ جو حدیث الجامع الکبیر میں نہ ملے، وہ ذخیرۂ حدیث سے خارج اور بے اصل ہے۔ اس خطرہ کے پیش نظر حافظ مناوی نے الجامع الکبیر پر مزید احادیث جمع کر کے امام سیوطی کے دعویٰ کو غلط ثابت کیا۔ دوسرا اُنھوں نے ہر حدیث پر صحت و ضعف کے حکم کا التزام کرنے کا دعویٰ کیا۔ مؤلف اس کتاب کے سبب تالیف کو خود مقدمہ کتاب میں ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

ومن البواعث علىٰ تاليف هذا الكتاب أن الحافظ الكبير الجلال السيوطی ادعى أنه جمع في كتابه 'الجامع الكبير' الأحاديث النبوية، مع

أنه قد فاته الثلث فأكثر، وهٰذا فيما وصلت إليه أيدينا بمصر، وما لم يصل الينا أكثر وفي الأقطار الخارجة عنها من ذلك أكثر فاغتر بهذه الدعوٰى كثير من الأكابر، فصار كل حديث يسأل عنها، أو يريد الكشف عليه يراجع الجامع الكبير، فاذا لم يجده فيه غلب على ظنّه أنه لا وجود له، فربّما أجاب بأنه لا أصل له فعظم بذلك الضرر، لكون النفس إلىٰ الثقة بزعمه الاستيعاب وتوهم أن ما زاد على ذلك لا يوجد في كتاب، فأردت التنبيه على بعض ما فاته في هذا المجموع، فما كان في الجامع الكبير أكتبه بالمداد الأسود، ما كان من المزيد فبالمداد الأحمر،أو أجعل عليه مدة حمراء

''زیر نظر کتاب کی تالیف کے اسباب میں سے یہ سبب تھا کہ امام سیوطی نے دعویٰ کیا تھا کہ اُنہوں نے اپنی کتاب 'الجامع الکبیر' میں تمام احادیثِ نبویہ کو جمع کیا ہے حالانکہ اس کتاب میں احادیث نبویہ کا تہائی یا اس سے اکثر حصہ چھوٹ گیا ہے۔ یہ تناسب ان کتب کے اعتبار سے ہے جو مصر میں ہمیں دستیاب ہیں۔ وہ کتب جو ہمیں میسر نہیں یا بیرون دنیا میں ہے، ان کے حساب سے تناسب زیادہ بنتا ہے۔ پھر اس دعویٰ سے کئی اکابر علما مغالطے کا شکار ہوئے اور بات یہاں تک جا پہنچی کہ ہر وہ حدیث جس کی تلاش کا سوال کیا جاتا یا کسی حدیث کی تخریج مطلوب ہوئی تو الجامع الکبیر کا مراجعہ کیا جاتا اور جب محقق کو مطلوبہ حدیث نہ ملتی تو اس کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جاتی کہ اس حدیث کا وجود ہی نہیں اور بعض اوقات محقق یہ جواب دیتا کہ ایسی حدیث بے سروپا اور باطل ہے۔

اندریں حالت یہ نظریہ کہ کسی مستند عالم (سیوطی) کی اس بات پر اعتماد کہ اس نے تمام احادیث کا احاطہ کیا ہے، اس سے اس وہم میں مبتلا ہونا کہ اس کتاب کے سوا احادیث کتب احادیث میں موجود نہیں، نہایت تباہ کن تھا۔ اس خطرے کے پیش نظر میں نے بعض ان احادیث سے متنبہ کرنے کا ارادہ کیا، جو اس کتاب ''الجامع الکبیر'' میں موجود نہیں تھیں۔ چنانچہ جو احادیث الجامع الکبیر میں موجود ہیں اُنہیں میں سیاہ روشنائی سے لکھتا ہوں اور جو احادیث اس سے اضافی ہیں، انہیں میں سرخ روشنائی سے لکھتا ہوں یا اس پر سرخ خط کھینچ دیتا ہوں۔''

مؤلف کی اس تحریر سے عیاں ہوتا ہے کہ اُنہوں نے زیر تبصرہ کتاب میں الجامع الکبیر کی

احادیث اور اس کے علاوہ دیگر کتبِ احادیث سے روایات لی ہیں۔ البتہ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات مؤلف بغیر کسی کمی بیشی کے الجامع الکبیر کی احادیث مکرر ذکر کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات کچھ اضافی کلمات کے ساتھ تکرار ذکر کر دیتے ہیں اور کبھی کچھ نقص کے ساتھ مکرر روایات درج کر دیتے ہیں نیز اس کتاب میں مکرر روایات کثرت سے موجود ہیں اور اس کتاب کے بارے میں تھوڑی سی غور وخوض کے بعد کتاب بین پر یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔

حافظ مناوی نے مقدمۃ الکتاب میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ ہر حدیث کے بعد راویٔ حدیث کے احوال اور حدیث کی صحت وضعف بیان کریں گے لیکن کتاب میں وہ اس دعویٰ پر پورا نہیں اُترے۔ اکثر روایات میں تو یہ وصف موجود ہے، لیکن بعض روایات میں حکم حدیث کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے جس وجہ سے کتاب میں تحقیق احادیث کا پہلو کافی تشنہ ہے۔

نیز اُنہوں نے کتاب کے مقدمہ میں وضاحت کی ہے کہ وہ اس کتاب میں تقریباً ایک ہزار اضافی روایات لائے ہیں، حالانکہ کتاب میں اس سے کہیں زیادہ اضافی روایات ہیں۔

المختصر یہ انتہائی اہم اور نہایت موزوں کتاب ہے جو الجامع الکبیر سمیت کئی زائد احادیث پر مشتمل گراں مایہ مجموعہ حدیث ہے نیز راویوں پر جرح وتعدیل کا حکم اور احادیث کی جانچ پڑتال کی گئی ہے جس سے اس کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔

ترتیبِ کتاب

مؤلف کتاب نے کتاب ہذا میں احادیث کی ترتیب ابجدی (حروفِ تہجی کے اعتبار سے) اختیار کی ہے، چنانچہ احادیث کو تلاش کرنے کے لیے احادیث کے شروع والے الفاظ کو حروفِ تہجی کے اعتبار سے دیکھیں، پھر احادیث کو تلاش کر سکیں گے۔ پھر حروفِ تہجی کی ترتیب کے متعلق کچھ اُمور سے آگاہی ضروری ہے جو درج ذیل ہیں:

a حروف تہجی کے کسی حرف کے تحت درج احادیث کو نقل کرنے کے آخر میں اسی حرف کے متعلقہ وہ احادیث درج کی گئی ہیں جن کا آغاز الف لام سے ہوتا ہے۔ اور اُنہیں الگ عنوان، المحلى بأل کے تحت ترتیب دیا گیا ہے۔ مثلاً حرف با سے شروع ہونے والی احادیث کے اختتام پر حرف با سے شروع ہونے والی وہ احادیث لائی گئی ہیں جن کے شروع میں الف لام ہے۔ لیکن تمام حروف کے آخر میں یہ المحلی بأل کا التزام نہیں بلکہ بہت سے حروف ایسے ہیں جن کے آخر میں یہ عنوان سرے ہی سے متروک ہے۔

b حرف قاف کے ضمن میں وہ احادیث لفظ قضی سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ حروف کی ترتیب کے

لحاظ سے اپنی ترتیب پر موجود نہیں بلکہ انہیں باب الأقضیة کے تحت علیحدہ ذکر کیا گیا ہے او ران احادیث کو حرف قاف سے شروع ہونے والی احادیث اور حرف قاف کے ضمن میں وہ احادیث جن کے آغاز میں الف لام ہے، کے درمیان میں درج کیا گیا ہے۔

c حرف کاف کے ضمن میں وہ احادیث جو لفظ کان سے شروع ہوتی ہیں اور وہ شمائل مصطفیٰ پر مشتمل ہیں انہیں حرف کاف کے تحت درج احادیث کے بالکل آخر میں ذکر کیا گیا ہے البتہ ''کان'' پر مشتمل وہ روایات جو شمائل مصطفیٰ کے متعلق نہیں تھیں انہیں حرف کاف کی ترتیب کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

d حرف لام کے ضمن میں لائے نافیہ اور لائے ناھیہ کے تحت درج احادیث کو حرف لام کی ترتیب میں ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ انہیں الگ عنوان 'اللام الألف' میں حروف واؤ کے بعد اور حرف یا سے قبل ذکر کیا گیا ہے۔

e باب النون کے تحت وہ احادیث جن کے آغاز میں لفظ 'نہی' ہے۔ ترتیب حروف کے تحت درج نہیں بلکہ ان احادیث کو حرف نون کے آخر میں باب المناہی کے تحت الگ بیان کیا گیا ہے۔

رموز کا استعمال

مؤلف نے احادیث کی تخریج میں احادیث کی محوّلہ کتب کا نام بصراحت بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ احادیث کی صحت، ضعف اور راویوں پر کلام بھی مذکور ہے البتہ کچھ کتب کے رموز استعمال کیے گئے جن کی تعداد گیارہ ہے اور وہ درج ذیل ہیں:

a طبرانی کبیر (طك) b طبرانی اوسط (طس) c طبرانی صغیر (طص) d طبرانی کبیر و اوسط (طكس) e طبرانی کبیر وصغیر (طكص) f طبرانی کبیر،اوسط، صغیر (طكسص) g مسند احمد (حم) h زوائد مسند احمد (عم) i مسند بزار (بز) j مسند ابی یعلیٰ (ع) k مستدرک حاکم (ك)

نوٹ: یاد رہے کہ آخری چاروں کتب کا مرکز و محور امام جلال الدین سیوطی کی الجامع ہیں، ان کی الجامع کتب کو مرتب و مہذب کرنے کی کوشش میں یہ مجموعے مرتب ہوئے ہیں۔

ملتِ اسلامیہ

حافظ صلاح الدین

اُمتِ مسلمہ کے خزانے اور ظالم حکمرانوں کی عیاّشیاں

اُمتِ مسلمہ میں آج ہر طرف بے چینی اور انتشار ہے، عرب مسلمان انقلاب کے لئے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کے کیسے رویّوں سے مسلم عوام تنگ ہیں، اس کی ایک جھلک ذیل کے مضمون میں ملاحظہ فرمائیے۔ ح م

آج اُمتِ مسلمہ نہ صرف اپنے ربّ سے دوری اور دین سے محرومی کا شکار ہے بلکہ دنیا بھی اس کے ہاتھوں سے جاتی رہی ہے۔ آج مسلمانوں کی غالب اکثریت جو کروڑوں تک جا پہنچتی ہے، تنگ و ترش زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ خستہ حالی ان کا مقدر بنی ہوئی ہے اور ان کی معیشت تباہی کا شکار ہے۔ قریب ہے کہ ان کی حالت اس فرمانِ نبوی ﷺ کے مواقع ہو جائے جسے سیدنا ابو سعید خدریؓ روایات کرتے ہیں کہ

«إن أشقٰى الأشقياء من اجتمع عليه فقر الدنيا و عذاب الأخرة»

''بلا شبہ بدبخت و بدنصیب ترین آدمی ہے وہ جس پر فقرِ دنیا اور عذابِ آخرت جمع ہو جائیں۔'' [رواہ ابن ماجہ و صححہ الحاکم، مجمع الزوائد ۱۰/ ۲۶۷]

آج مسلمانوں کی اکثریت اسی حالت کو جا پہنچی ہے، اِلا من رحم اللہ! آئندہ سطور میں ہم ان اہم وجوہات و اسباب کا جائزہ لیں گے جن کے سبب مسلمان آج اپنی دنیا بھی کھو بیٹھے ہیں۔

ملتِ اسلامیہ معدنی و زمینی وسائل سے مالا مال ہے!

اُمت مسلمہ کے تمام علاقے طرح طرح کے قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں جن میں سرفہرست پٹرول ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ آج اگر دنیا میں بڑے پیمانے پر پٹرول کا ذخیرہ کہیں پایا جاتا ہے تو وہ خلیج عرب ہے۔ جدید تحقیقات کے مطابق زمین میں پٹرول کا پہلا ڈیم بھی یہی ہے۔ اس کا علاوہ بحر قزوین سے قوقاز تک پھیلے ہوئے علاقے اور عراق و شام میں بھی پٹرول وافر مقدار میں موجود ہے۔ وسطی ایشیا کے یہ ذخائر عالمی سطح پر نہایت اہمیت کے

حامل ہیں۔ اسی طرح جنوبی سوڈان، افریقہ کی چوٹیوں اور مصر سے الجزائر تک پھیلے ہوئے طویل علاقے میں بھی پٹرول کے متعدد ذخائر پائے جاتے ہیں جن کی اہمیت بھی محتاجِ بیان نہیں۔ یہ تمام علاقے جدید دنیا میں دولت کے اساسی ذخائر ہیں اور یہی وہ ذخائر ہیں جو ہر میدان میں، چاہے سیاسی ہو، اقتصادی یا تزویراتی قوت وطاقت کا سرچشمہ ہیں۔

پھر انہی کے ساتھ عالم اسلام کا وہ حصہ بھی واقع ہے جو مشرق میں افغانستان، پاکستان، مشرقی فلپائن سے لے کر بحر اطلس کے کنارے تک اور مغرب کی سمت مغربی ساحلوں سے ملتا ہوا موریطانیا اور مغرب سینگال تک پھیلا ہوا ہے جبکہ شمال میں یہی علاقہ وسطی ایشیا قوقاز، بلقان اور شمالی افریقہ تک اور جنوب میں جنوبی ایشیا، انڈونیشیا اور وسطی افریقہ تک کے وسیع وعریض علاقے پر محیط ہے۔ ان تمام علاقوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عالم اسلام مختلف قدرتی معدنیات کی عظیم دولت سے مالا مال ہے جو تزویراتی اعتبار سے بے پناہ اہمیت کی حامل ہیں۔ ان ممالک میں سے اکثر نہ صرف اہم صنعتی معدنیات کا ذخیرہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ وہ سامانِ خوردونوش اور زرعی پیداوار میں بھی متموّل ہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ یہ اسلامی ممالک اہم ترین بحری، برّی اور فضائی آمدورفت کے راستوں پر وسیع اختیارات رکھتے ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ دو چار اہم ترین مختصر بحری راستے: (۱) ہرمز (۲) بابِ مندب (۳) نہر سویز اور (۴) جبل طارق؛ جن پر عالمی معیشت کا کلی انحصار ہے، اُمت مسلمہ ہی کے پاس ہیں۔ یہ چاروں مختصر بحری راستے ایسی فضائی شکل بناتے ہیں جو دنیا کے نظامِ مواصلات کو چہار اطراف سے باہم ملائے ہوئے ہے۔

لیکن انتہائی تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان تمام انعامات و احسانات کے باوجود مسلمانوں کے بیشتر ممالک بھوک و افلاس اور جہالت و پسماندگی کے شکار ممالک کی فہرست میں شامل ہیں۔ پٹرول کی دولت سے مالا مال ان ممالک میں سے بیشتر عالمی ادارہ 'اوپیک' کے ممبر بھی ہیں، تاہم اس کے باوجود ان ممالک کی اکثریت خطِ غربت سے بھی نیچے کی زندگی گزار رہی ہے۔ مسلمانوں کے وسائل کی بہتات کا اندازہ کرنے کے لیے یہ ایک مثال ہی کافی ہے کہ یورپ کی ۶۵ فیصد قدرتی گیس کی کھپت الجزائر سے آتی ہے۔ یہ بھی جانتے چلئے کہ

اسلام کے آنگن اور اس کے گھر جزیرۂ عرب میں جو مسلمانوں کے سب سے اہم قدرتی سرمایہ کا حامل ہے، دنیا کے ۵۷ فیصد پٹرول کا ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ وہاں ایک کروڑ ۶۰ لاکھ بیرل پٹرول یومیہ نکالا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جو ذخائر جنوبی عراق میں پائے جاتے ہیں، وہ پانچ ملین بیرل پٹرول ایک دن میں نکالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ گیس کا استخراج اس کے علاوہ ہے۔ نیز پٹرول و گیس کے محفوظ ذخائر جو ایران، الجزائر، شام اور سوڈان میں پائے جاتے ہیں، وہ بھی مشہور و معروف ہیں۔ ایسے ہی پٹرول کا دوسرا بڑا ذخیرہ بحر قزوین کے گرد و پیش میں پایا جاتا ہے۔ سبحان اللہ! کیسا تعجب خیز اتفاق ہے کہ خطۂ ارض کی امیر ترین قوم آج دنیا کی فقیر ترین قوم بن چکی ہے۔

ہمارے دشمن ہمارے ہی مال کے ذریعے ہمارے خلاف لڑ رہے ہیں

اس سے بھی تعجب خیز بات مغربی اقوام، جن کا سرغنہ امریکہ ہے، کی وہ تاریخ ساز چوریاں ہیں، جن کا تجربہ وہ مختلف اسلامی ممالک میں کر چکے ہیں۔ یہ ہمارے وہی صلیبی اور صہیونی دشمن ہیں جنہوں نے آج ہم پر چہار اطراف سے چڑھائی کر رکھی ہے۔ افسوس! یہ لوگ ہمارے ہی مال سے ہمیں ہلاک کرتے اور بہت سہولت و بلا تکلیف ہمارا مال لے جاتے ہیں، پھر اسے ہمیں ہی نیست و نابود کرنے میں استعمال کرتے ہیں۔ یہ دشمن اپنے جنگی جہازوں، ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کو چلانے کے لیے ہم ہی سے پٹرول لیتے ہیں، پھر اس کے ذریعے ہمارے ہی بچوں اور عورتوں کو قتل کرتے ہیں۔ آج مسلمانوں کے اس پٹرول سے مسلمانوں کی بجائے خود اسلام کے صہیونی دشمنوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور وہ اسے اپنی تعیّشات میں اور ہمیں برباد کرنے میں کھپا رہے ہیں۔

ہمارا سرمایہ تو پہلے سرچشموں ہی سے چوری ہو جاتا ہے!

دراصل ہمارا قیمتی سرمایہ ہمارے مصادر ہی سے چوری ہو جاتا ہے۔ یہ اس طرح کہ ہمارے صلیبی دشمن مختلف کمپنیوں کی صورت میں تیل اور پٹرول کے نکالنے، اس کی خرید و فروخت، تجارت اور تمام چھوٹے بڑے مراحل کی خود نگرانی کرتے ہیں اور پھر اس کی آمدنی ملکی بینکوں کا چکر کاٹتے ہوئے انہی کے بینک کھاتوں میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ ذیل

میں ہم اس تاریخی چوری کے اہم مراحل پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں:

چوری کا پہلا مرحلہ: چوری کا پہلا مرحلہ تیل نکالنے والی مغربی کمپنیوں کے ساتھ ہمارے خائن حکمرانوں اور افسران کے معاہدوں کی صورت میں شروع ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے یہ ظالم حکمران ان معاہدوں کے ذریعے ۴۰ تا ۶۰ فیصد آمدنی اپنے ذاتی اموال میں لے جاتے ہیں جبکہ بقایا منافع ان کمپنیوں کے حصے میں آتے ہیں جبکہ بیچاری اُمت خالی ہاتھ بیٹھے تماشہ دیکھتی ہے۔

چوری کا دوسرا مرحلہ: چوری کا دوسرا مرحلہ خارج شدہ کیمیکل میں دھاندلی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ چونکہ ان تمام مراحل کی نگرانی یہ کمپنیاں خود ہی کرتی ہیں لہٰذا ان کے لیے اپنے انجینئر اور ماہرین کے ذریعے دھاندلی کرنا نہایت آسان ہوتا ہے۔ نیز اگر کہیں نگرانی پر مامور ماہرین مقامی حکومتوں میں سے ہوں تو اُنہیں رشوت کے ذریعے خاموش کرالیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ کمپنیاں متعدد ممالک میں جعل سازی کرنے میں کامیاب رہی ہیں۔

چوری کا تیسرا مرحلہ: اب آتا ہے چوری کا تیسرا مرحلہ، جس میں اس مواد کی حد بندی، اس کی قیمت کا تعین اور عالمی سطح پر اس کی خرید و فروخت کی جاتی ہے۔ اس مرحلے پر اس مواد کی انتہائی کم قیمت لگائی جاتی ہے (جو بذاتِ خود وسائل چوری کرنے کا ایک جدید انداز ہے)۔ سمجھنے کے لیے بس ایک مثال ہی کافی ہے کہ خود مغرب کے ۲۶ عالمی اقتصادی تعلیمی اداروں کے مطابق ایک بیرل خام پٹرول اور اس سے نکلنے والے صنعتی مواد کی اصل تصور شدہ قیمت کم از کم ۲۶۰ ڈالر فی بیرل ہونا ضروری ہے جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ اب تک پوری تاریخ میں کبھی بھی یہ قیمت ۴۵ ڈالر سے تجاوز نہیں کر سکی۔ اکثر اوقات تو اس کی قیمت ۲۰ ڈالر کے ہی ارد گرد رہی حتیٰ کہ بسا اوقات یہ قیمت ۱۰ ڈالر تک بھی جا گری ہے!!!

یہ سارا مکروہ کھیل ہمارے ممالک پر قابض صلیبی سرمایہ دار اور عالمی تجارتی منڈی کے یہودی ساہوکار کھیلتے ہیں۔ ہمارے قیمتی سرمایہ اور ہمارے ممالک کی کرنسیوں کی قدر یہی گھٹاتے بڑھاتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی المناک حادثہ یہ ہے کہ ہم پر قابض چور حکمران، ان کے حکام و خدام، ان کے بھائی بیٹے اور معاونین و مصاحبین چند ٹکوں اور محدود ذاتی مفادات کے حصول کی خاطر اس قیمتی دولت کو عالمی سطح پر مقرر کردہ حصص کے مقابلے میں

بھی انتہائی ارزاں قیمت، مثلاً ۳ ڈالر فی بیرل تک میں بیچ دیتے ہیں۔ یوں نصف ملین بیرل پٹرول سے محض ڈیڑھ ملین ڈالر کی آمدنی حاصل ہوتی ہے جو اس حکمران طبقے کی آوارگی، عیاشی اور جوئے بازیوں کے چند ہفتوں کے اخراجات ہی کو کفایت کرپاتی ہے۔

چوری کا چوتھا مرحلہ: بات یہاں بھی ختم نہیں ہوتی، آگے چوری کا چوتھا مرحلہ آتا ہے۔ اس مرحلے میں اس حاصل شدہ آمدنی کو ہماری خائن حکومتیں ہمارے بینک کھاتوں کے نام پر صلیبی بینکوں میں منتقل کردیتی ہیں۔ جو ہمارے لئے محض الیکٹرونک حساب و کتاب میں اعداد و شمار اور صفروں کی تعداد میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ اس کے بعد ہمارے حکمرانوں کو بھی اس کی اجازت نہیں ہوتی کہ ان بینکوں سے اپنی ہی رقم ایک مقرر شدہ حصے سے زائد نکلوا سکیں تاآنکہ وہ اس رقم کا اکثر حصہ مغرب ہی کی صنعتی مصنوعات اور انہی کے بنائے ہوئے اسلحہ کو خریدنے میں لگادیں۔

پھر یہ سامانِ حرب بھی اربابِ مغرب اپنی من پسند قیمت پر بیچتے ہیں۔ اس نکتے کو واضح کرنے کے لیے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ کویت کے قومی اسمبلی کے ایک رکن کے امریکہ میں صرف کھانے کے اخراجات کروڑوں ڈالر تک پہنچتے تھے۔ جہاں مصارفِ طعام میں ۳۰ ڈالر تو صرف چند پتوں کی قیمت تھی جو بطورِ سلاد استعمال کئے جاتے ہیں۔

جو تھوڑا بہت حاصل ہوتا ہے، وہ بھی ہمارے فاسق حکمران اُڑادیتے ہیں! اب آخر میں دیکھئے کہ ہمارے قیمتی وسائل میں سے خود ہمارے ہاتھ کیا آتا ہے۔ حقیقی آمدنی کی مضحکہ خیز حد تک قلیل نسبت اور اس کا بھی بیشتر حصہ ہمارے حکمران سوئٹزرلینڈ، امریکہ و یورپی ممالک کے بنکوں میں موجود اپنے خفیہ کھاتوں میں جمع کروادیتے ہیں، جو حقیقت میں یہود ہی کے ادارے ہیں۔ یوں ہمارے 'بے حد و حساب وسائل' سے حاصل شدہ 'انتہائی کم آمدنی' ان حکمرانوں کے اپنے اخراجات اور بعض بنیادی منصوبوں کو ہی بمشکل پورا کرپاتی ہے اور عوام کے ہاتھ عملاً کچھ بھی نہیں لگتا۔

محض پٹرول ہی نہیں، تمام معدنی وسائل چوری کئے جاتے ہیں!

جہاں تک ہمارے دیگر معدنی وسائل کا تعلق ہے تو وہ بھی ایسے ہی ہتھکنڈوں سے بھاری مقداروں میں چوری کرلئے جاتے ہیں اور بالعموم دھاتوں، پتھروں اور خام مال کی صورت

میں ہی برآمد کر دیئے جاتے ہیں۔ نہ ہی اُنہیں اپنے یہاں صنعت میں لگایا جاتا ہے اور نہ اپنے علاقوں کے لیے ان سے کوئی خاص فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ بیشتر مسلم ممالک مقامی ماہرین کو استعمال کرتے ہوئے یہ معدنیات اپنے یہاں ہی صنعتی استعمال میں لاسکتے ہیں، لیکن ہماری گمراہ حکومتوں کو سوائے ان قیمتی معدنیات کو کانوں سے نکالنے اور برآمد کر دینے اور کچھ نہیں سوجھتا۔

چوری اور عیاری کی انہی تاریخ ساز وارداتوں کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو قدرتی وسائل اور عظیم نعمتیں عطا کی تھیں، وہ ان سے چھنتی چلی جارہی ہیں۔ آج مسلم سرزمینوں کی صورتِ حال یہ ہوچکی ہے کہ وہاں حکومت کے حصول، وسائل کی لوٹ مار اور مغربی آقاؤں کو ان وسائل کی حوالگی کے لیے ہر دم ایک سیاسی و عسکری کشمکش جاری رہتی ہے! جس کے نتیجے میں آنے والی ہر حکومت یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ وہ اُمت کے وسائل لوٹنے اور اِن وسائل کو کفار کے حوالے کرنے میں سابقہ حکومتوں سے زیادہ مخلص اور چاق و چوبند ہے!! پھر آخر یہی کشمکش مغربی اقوام کے حملوں، حرص و ہوس پر مبنی خونی جنگوں، ہلاکتوں، خوف، بھوک اور افلاس کا سبب بنتی ہے۔

سرزمین حرمین پر امریکی اقدام

اس ظلم کی انتہا یوں ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے ہی بعض حکمران مغرب کی آشیر باد سے آپس میں لشکر کشی کا آغاز کرکے، مغربی اقوام کو اپنے ہاں براجمان ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ اور امریکہ ہماری ہی سرزمینوں، بالخصوص اسلام کے آنگن اور اُمت کے قلب 'جزیرہ عرب' پر چڑھائی کرتا ہے اور حملہ آور لشکر کو 'امن فوج' اور حملے کے مقصد کو 'عسکری امداد' کا نام دیتا ہے۔ دورِ حاضر کا استعمار اپنے صلیبی عزائم کو ان خوشنما ناموں میں ملفوف کرکے ہم پر حملہ کرتا ہے اور پھر اس مکروہ مہم کے مصارف واخراجات بھی ہماری ہی حکومتوں سے وصول کرتا ہے۔ چنانچہ امریکہ نے عاصفة الصحراء (آپریشن ڈیزرٹ سٹارم) کے اخراجات یعنی پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر بھی سعودی حکومت پر تھوپے۔ اس خطیر رقم کی ادائیگی کے سبب سعودی بجٹ خسارے میں پڑ گیا اور سعودی حکومت سُودی قرضے لینے پر مجبور ہوگئی۔ جی ہاں! دنیا میں پٹرول کا سب سے بڑا ذخیرہ رکھنے والا ملک مقروض

ہو گیا!! اور بلدِ نبویؐ عالمی سُودی امداد لینے پر مجبور ہو گیا... فیا للأسف!!

یہ تو انہی کے ذرائع ابلاغ کے چند انکشافات تھے۔ باقی جو کچھ ابھی تک مخفی ہے، وہ تو اور بھی تکلیف دہ اور ناقابل بیان ہو گا۔

عامّۃ المسلمین کی غربت اور فاسق حکمرانوں کی ثروت

یہ داستانِ غم، مسلمانوں کے بیت المال اور ان کے وسائل و سرمایہ کی چوری تک محدود نہیں بلکہ اس سے بھی بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہمارے سروں پر مسلط مغرب کے ایجنٹ حکام، ان کے مصاحبین و خدام، بہت سے بڑے بڑے تجار اور اس طاغوتی نظام کو سہارا دینے اور قائم رکھنے والے کارندے مسلمانوں کی بچی کھچی آمدنی میں ناحق تصرفات کر کے رہی سہی کسر بھی پوری کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہو گا کہ خلیجی ممالک کی گیس اور پٹرول کی یومیہ آمدنی کڑوڑوں ڈالر سے بھی متجاوز ہے جسے یہ حکام جن کی تعداد بعض ممالک میں بیس سے زائد نہیں، اپنی عیاشیوں میں اُڑا دیتے ہیں۔ اس طرح ان تمام ممالک پر قابض حکام جو مجموعی طور پر چند سو سے زائد نہیں، اسلام کے مفاد کے لئے مخصوص اور اُمت کا مال جو شرعاً تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے، آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔

ایک مثال ملاحظہ فرمایئے! ان حکام کی زندگیوں پر تحقیق کرنے والے اداروں کے مطابق ان میں سے بعض حکام کا صرف ایک دن کا خرچہ تیس لاکھ ڈالر (یعنی تقریباً ۱۹ کڑوڑ روپے) تک پہنچتا ہے۔ یہ خطیر رقم اِن کے ان محلات کے روزمرہ مصارف پر خرچ ہوتی ہے جو امریکہ، مختلف یورپی ممالک اور مشرقی ساحلوں پر پھیلے ہوتے ہیں۔ نیز اسی رقم سے ان محلات میں ہونے والے لہو و لعب ، آوارگیوں، بدکاریوں، جوئے بازیوں اور فسادات کے اخراجات بھی پورے کئے جاتے ہیں۔ اسی ایک مثال پر آپ ملت اسلامیہ کے دیگر حکام کو بھی قیاس کر سکتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ پر نشر ہونے والی ایسی ہی ایک دل سوز خبر ایک عرب شہزادے فیصل بن فہد کی تھی جس نے جوئے کی ایک میز پر ۱۰ اکھرب ڈالر (یعنی تقریباً چھ سو کھرب روپے) ہارے اور پھر اسی صدمے کی وجہ سے اس کی حرکتِ قلب بند ہو گئی اور وہ مر گیا۔

دبئی، متحدہ عرب امارت کی ذیلی ریاستوں میں سے ایک اہم ریاست ہے۔ اس ریاست

کے اقتصادی معاملات کو یہاں کا حاکم 'مکتوم خاندان' اپنے ذاتی کاروبار کے طور پر چلاتا ہے۔ حالانکہ یہ اسلام اور اہل اسلام کی سرزمین ہے جس کے شرعی طور پر یہ حکمران محض مفاد اسلامیہ کے تحفظ اور نفاذ اسلام کے لئے نگران سے زیادہ کچھ نہیں۔ جبکہ اس کے برعکس دبئی بطورِ 'دبئی کارپوریشن لمیٹڈ' (Dubai Inc.) کام کرتا ہے۔ یہاں کا سربراہ محمد بن راشد المکتوم دبئی کو سرمایہ کاروں اور سیاحوں کی جنت بنانے اور اپنی دولت بڑھانے کی خواہش میں کروڑوں اربوں ڈالر کی لاگت سے نت نئے تعمیراتی منصوبے شروع کرتا رہتا ہے۔

دبئی میں محمد بن راشد کی خاص فرمائش پر تعمیر کردہ مشہور 'برج العرب' ہوٹل پایا جاتا ہے جو دنیا کا واحد 'سیون سٹار' ہوٹل ہے۔ اس ہوٹل کی تعمیر سے قبل ساحل سے ذرا ہٹ کر پانی میں ایک چھوٹا سا مصنوعی جزیرہ بنایا گیا اور اس جزیرے پر ہوٹل کی عمارت کھڑی کی گئی۔ اس ہوٹل میں کوئی کمرہ کرایہ پر لینا ممکن نہیں، کیونکہ یہاں اکیلے کمرے کا تصور ہی نہیں ہے۔ اس میں تو دو دو منزلہ رہائش گاہیں ہی دستیاب ہیں جن میں ہر قسم کی عیاشی کا سامان میسر ہے۔ ان میں سے سستی ترین رہائش گاہ کا کرایہ بھی آج سے دو سال قبل ۵،۴ ہزار ڈالر (یعنی تین سے ۴ لاکھ روپے) یومیہ سے شروع ہوتا تھا، جبکہ خصوصی رہائش گاہوں کا کرایہ ۱۳ ہزار ڈالر (یعنی ۹ لاکھ روپے سے زائد) یومیہ تھا۔ اس ہوٹل میں آنے والوں کی خدمت کے لیے سربراہِ دبئی کی خاص فرمائش پر ۱۶ رولز رائس گاڑیاں کمپنی سے خصوصی طور پر تیار کروائی گئیں جن سب کا رنگ باہر سے سفید ہے اور گاڑیوں کے اندر ہر شے نیلے رنگ کی ہے۔ یاد رہے کہ یہ ہوٹل مکتوم خاندان کی ذاتی ملکیت ہے۔

پھر سربراہ دبئی کو ایک نیا شوق سوجھا۔ اس نے دبئی میں دنیا کی سب سے اونچی عمارت بنانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ چند سال قبل 'برج دبئی' پر کام شروع کیا گیا جو ایک سو ساٹھ منزلوں پر مشتمل ۷۰۰ میٹر بلند عمارت ہے اور جس کی تعمیر پر دو سو کھرب ڈالر (یعنی ۱۴ ہزار کھرب روپے) سے زائد لاگت آئی ہے۔ نیز اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس کی تعمیر اس انداز سے کی گئی ہے کہ ضرورت پڑنے پر اس میں مزید منزلوں کا اضافہ کیا جاسکے۔ تاکہ اگر کوئی دوسرا ملک اس سے اونچی عمارت بنالے تو پھر بھی اسے پیچھے چھوڑنا ممکن ہو۔ ذرائع ابلاغ کے مطابق دوسرے عرب حکمرانوں سے یہ برداشت نہیں ہوا کہ دبئی کو آگے نکلتا دیکھیں،

چنانچہ وہ برج دبئ سے بھی اونچی عمارت بنانے کا منصوبہ رکھتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ دنیا کی شان وشوکت اور مانگے کی کھوکھلی چمک دمک کے اس مقابلے میں کون زیادہ آگے نکلتا ہے۔

دبئ کے سربراہ کا ایک اور ذاتی منصوبہ 'دبئ شاپنگ مال' ہے۔ یعنی ۱۲ ملین مربع فٹ پر محیط ایک بازار اور تجارتی مرکز، جس نے دبئ میں پہلے سے موجود ۳۰ سے زائد وسیع وعریض بازاروں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اسی طرح سیاحوں کی تفریح کے انتظام کے لیے دنیا کی سب سے بڑی زیر چھت برف کی مصنوعی پہاڑی بنانے کا منصوبہ بھی شروع ہوچکا ہے، جس کا درجہ حرارت ہر وقت منفی ۲ درجہ سنٹی گریڈ سے کم رہے گا، چاہے باہر کی دنیا میں ۶۰ درجہ سینٹی گریڈ گرمی ہو۔ انہی دیوہیکل تعمیراتی منصوبوں کے سبب دبئ جیسے چھوٹے سے جزیرے میں دنیا بھر کی تعمیراتی مشینوں کا پانچواں حصہ مصروفِ عمل ہے۔

پھر سیاحوں ہی کو دبئ کی طرف کھینچنے کی خاطر دبئ میں گھڑ دوڑ کے عالمی مقابلے (World Cup) کا انعقاد کیا گیا۔ یہ مقابلہ جیتنے والے کو ساٹھ لاکھ ڈالر (یعنی ۱۴/ ارب روپے سے زائد) انعام دیا گیا اور یہ جیتنے والا بھی محمد بن راشد المکتوم کا سگا بھائی ہی نکلا۔ دبئ کے سربراہ کا گھوڑے پالنے کا شوق تو ویسے بھی معروف ہے۔ اس کے پاس ۴۰۰ ذاتی گھوڑے ہیں اور اس مقابلے کے انعقاد سے قبل اس نے امریکہ سے چار کھرب ڈالر (یعنی تقریباً ۲۸۰ کھرب روپے) کے ستائیس اعلیٰ نسل کے گھوڑے خریدے۔ دیکھئے کہ مسلمانوں کا سرمایہ کیسے لٹایا جارہا ہے؟

متحدہ عرب امارت کی معروف ہوائی جہاز کمپنی 'یو اے ای ایئرلائنز' بھی مکتوم خاندان کی ذاتی ملکیت ہے۔ یہ کمپنی حاکم دبئ کے چچا احمد بن سعید المکتوم کی زیر سرپرستی چلتی ہے۔ چند سال قبل سیاحت کو مزید فروغ دینے اور دبئ آمد و رفت آسان بنانے کی نیت سے اس کمپنی نے 'بوئنگ' طیارہ ساز کمپنی کو ۹ء۷ کھرب ڈالر کی ادائیگی کرکے ۴۲ عدد بوئنگ ۷۷۷ مسافر طیارے خریدے۔ نیز اس خرید کے ساتھ ہی ۴۵ عدد ایئربس، ۳۸۰ طیارے خریدنے کا معاہدہ بھی کرلیا گیا، جن کی کل لاگت ۱۲ کھرب ڈالر سے زائد بنتی تھی۔ پھر اتنے جہازوں کو سنبھالنے اور اہل دنیا پر اپنی برتری جتانے کے لیے دبئ میں دنیا کے سب سے بڑے ہوائی اڈّے کی تعمیر بھی شروع کردی گئی جس میں ایک ارب چار کروڑ پچاس لاکھ مسافر سالانہ

سنبھالنے کی گنجائش رکھی گئی۔ حالانکہ دنیا کا بڑے سے بڑا ہوائی اڈہ بھی ایک ارب مسافر سالانہ سے زائد بوجھ اٹھانے کا تصور نہیں کرسکتا۔

دوسری طرف سربراہِ دبئی کے بھتیجے، ۳۹ سالہ مکتوم ہاشم مکتوم المکتوم نے اپنے پسندیدہ مشغلے، یعنی گاڑیاں چلانے اور گاڑیوں کی دوڑ میں شریک ہونے کو ایک باقاعدہ کاروبار کی شکل دینے کا فیصلہ کیا۔ اس نے دبئی میں دنیا کا پہلا 'گاڑیوں کی دوڑ کا ورلڈ کپ' (Motor Sport Grand Prix A1 Series) منعقد کروایا جس میں دنیا کے ۲۵ ممالک کے ۲۵ ڈرائیور شریک ہوئے۔ اس مقابلے کے انعقاد پر اُمت کے اَموال میں سے چار کھرب ڈالر (یعنی تقریباً ۲۸۰ کھرب روپے) کی لاگت آئی۔ مکتوم ہاشم نے محض اپنی ذاتی گاڑیوں کو کھڑا کرنے کے لیے دنیا کی مہنگی زمین پر ایک عالی شان گھر تعمیر کروایا جو دو سال کے عرصے میں مکمل ہوا۔

متحدہ عرب امارت ہی کی ایک اور ریاست ابوظہبی کے شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے حماد بن حمدان نہیان کے پاس بھی مسلمانوں کی وافر دولت اور انوکھے شوق ہیں۔ اس کے خاندان کی کل دولت ۲۰ کھرب ڈالر کے قریب پہنچتی ہے۔ یہ شخص عوام میں Rainbow (رنگین شیخ) کے طور پر بھی جانا جاتا ہے کیونکہ اس نے ۱۹۸۴ء میں اپنی شادی کے موقع پر خصوصی فرمائش سے ہفتے کے سات دنوں کے لیے سات مختلف رنگوں کی گاڑیاں بنوائیں۔ گاڑیوں کے شوق میں یہ بھی کسی سے پیچھے نہیں۔ اس نے دو سو کے قریب نادر و نایاب، قدیم و جدید گاڑیاں اکٹھی کر رکھی ہیں اور اُنہیں کھڑا کرنے کے لیے ابوظہبی کے صحرا میں اہرامِ مصر کے طرز پر دنیا کا مہنگا ترین گیراج بنایا ہے۔ لیکن اس کی پسندیدہ ترین گاڑی مشہور امریکی فوجی گاڑی 'ہمر' (Hummer) کا 'ایلفا' ماڈل ہے جو کل تین سو عدد بنائی گئی تھیں اور ان میں سے صرف دو امریکہ سے باہر نکلی ہیں۔ جن میں سے ایک اس کے استعمال میں ہے۔ اس گاڑی کو ابوظہبی کا یہ شیخ صحرا کی سیر کے لیے استعمال کرتا ہے اور اس کی قیمت ڈیڑھ لاکھ ڈالر یعنی ایک کروڑ روپے سے زائد ہے۔

حماد بن حمدان کو ایک اور انوکھا شوق بھی ہے۔ گاڑیوں کو کشتیوں میں تبدیل کرنا۔ اس کی پسندیدہ کشتی کے بیچوں بیچ ایک گاڑی نصب کی گئی ہے اور بظاہر انسان گاڑی کی سیٹ پر بیٹھ کر بعینہٖ گاڑی ہی چلا رہا ہے لیکن عملاً سمندر میں کشتی چل رہی ہوتی ہے۔ اسی گاڑی نما

کشتی میں سوار ہو کر حماد اپنے ذاتی جزیرے تک جاتا ہے جہاں اس کا عظیم الشان محل ہے اور دو سو خدام ہر وقت اس کی خدمت کو موجود ہوتے ہیں۔

پھر حماد کا دل چاہے کہ وہ اپنے اہل وعیال سمیت صحرا کی سیر کو نکلے تو اس کے لیے بھی ایک علیحدہ انتظام کرلیا گیا ہے۔ ایک تو حماد نے ایک بڑے سے ٹرک میں دو منزلہ متحرک گھر بنوایا ہے، جس میں دو تین خواب گاہیں، ایک مطبخ، بیت الخلا، صحن اور ہیلی کاپٹر کے اُترنے کی جگہ بھی موجود ہے۔ پھر یہ سوچ کر کہ میرا خاندان تو بڑا ہے اور یہ کمرے ناکافی.... حماد نے ایک اور اہتمام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اُس نے کرۂ ارض کی طرز پر ایک گول ۵۰ ٹن وزنی گیند نما گھر بنوایا ہے جسے سات لاکھ ڈالر (تقریباً پانچ کروڑ روپے) مالیت کا حامل ۲۰ ٹن وزنی ٹرک کھینچتا ہے۔ اس گیند نما گھر کے نیچے جو پہیے لگوائے گئے، ان میں سے ہر ایک کی قیمت ۱۷ ہزار ڈالر (بارہ لاکھ روپے) ہے۔ اس گیند کے اندر موجود چار منزلہ گھر میں ۹ عدد خواب گاہیں ہیں جن میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک بیت الخلا اور حمام ہے۔ جبکہ مہمانوں کا کمرہ ان کے علاوہ ہے۔ اس گیند میں ۲۴ ٹن پانی اُٹھانے کی ٹینکی بھی موجود ہے۔ یہ متحرک گھر دنیا میں اپنی طرز کا واحد عجوبہ ہے۔

ایک طرف مسلمانوں کے حکام اوران کے چیلوں کا یہ حال ہے اور دوسری طرف تحقیقی اداروں کی رپورٹ کے مطابق اکثر اسلامی ممالک کے مسلمان خطِ غربت سے بھی نیچے کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ بلا شبہ یہ دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے اور سینہ پارہ پارہ ہو جاتا ہے کہ اَموال کی اس غیر منصفانہ تقسیم نے اُمت کو کس حال تک پہنچا دیا ہے!

بلادِ اسلامیہ میں امیر اور غریب ممالک کی تفریق

اسی طرح ہماری کوتاہیوں اور سامراج کی کوششوں کی بدولت خود بلادِ اسلامیہ میں بھی دولت مند اور غریب و پسماندہ ممالک کی تفریق پیدا ہو چکی ہے۔ بعض اسلامی ممالک مثلاً بنگلہ دیش، افغانستان اور افریقہ کے بعض مسلم ممالک میں فی کس سالانہ آمدنی اوسطاً ۱۰۰ ڈالر یعنی یومیہ ایک ڈالر کا چوتھائی حصہ ہے جبکہ دوسری جانب خلیجی ممالک میں عام فرد کی اوسط آمدنی بیسیوں ہزار ڈالر سالانہ ہے۔ حتیٰ کہ کویت وقطر جیسے بعض ممالک میں عام فرد کی مالی خوشحالی کی سطح دنیائے کفر کے مقابلے میں بھی نہایت اعلیٰ ہے۔

پھر بعض مسلم ممالک کی عمومی غربت کے باوجود، ان پر قابض طبقے کی حالت یہ ہے کہ محض ان کے گھر ہی کروڑوں ڈالر مالیت کے ہیں جبکہ بعض گھروں کی قیمتیں اس سے بھی تجاوز کرجاتی ہیں۔ ان کے گھروں کا شمار دنیا کے مہنگے ترین گھروں میں ہوتا ہے جبکہ ان کی رعایا کی اکثریت بے روزگار اور بھوکوں مر رہی ہے۔ افسوس صد افسوس!

اُمت کے مال میں تمام مسلمانوں کا حق ہے!

اُمتِ مسلمہ کے سرمایہ میں تمام مسلمان حصہ دار ہیں۔ ہم میں سے ہر کوئی جانتا ہے کہ ہمارے دین کی اساسی تعلیمات اور اس کے بنیادی اُصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ اُمت مسلمہ ایک اُمت ہے۔ اس کی حفاظت وعہد کا ذمہ ایک ہے۔ پوری اُمت جسدِ واحد کی طرح ہے۔ آقائے دوعالم ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا کہ

«ليس المؤمن الذين يشبع و جاره جائع» [الأدب المفرد للبخاري:١١٢]

''وہ مؤمن ہی نہیں جس نے خود تو سیر ہوکر رات گزاری جبکہ اس کا ہمسایہ بھوکا رہا''

اس اُمت کی ثروت، اثاثہ جات اور سرمایہ ان کے فاسق وظالم حکمرانوں کی بجائے تمام مسلمانوں کی ملکیت ہوتے ہیں، یعنی اُمتِ مسلمہ کی دولت اور سرمایہ جات کسی خاص طبقے کے لیے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہیں۔ لیکن آج مغربی سامراج نے ہمیں ۵۷ ملکوں کی صورت میں تقسیم کردیا ہے اور ان ممالک کے حکمران مسلمانوں کے ثروت وسرمایہ کو لوٹنے اور غربت عام کرنے میں مصروف ہوگئے ہیں۔ دیکھئے کہ اسلام کے قرونِ اولیٰ کی نسبت آج اُمت کا حال کیا ہوچکا ہے!!

اس سلسلے میں عہد فاروقیؓ سے ایک مثال ملاحظہ فرمایئے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل ہمارے سامنے ہے۔ جب عراق کی فتح کے بعد مال وغنائم کی کثرت ہوئی تو حضرت عمرؓ نے زمین کی وسعت و آسودگی کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرامؓ کو جمع کرکے مشورہ لیا کہ میرے خیال میں عراق کے اطراف کی زمین مسلمانوں کے بیت المال کے لیے چھوڑ دینی چاہیے تاکہ بعد میں آنے والوں کے لیے بھی کچھ سرمایہ بچ جائے۔ باوجودیکہ بعض صحابہ نے اس سے اختلاف کیا اور یہ رائے دی کہ اس زمین کو مجاہدین میں تقسیم کردینا چاہیے، اور ان کے پاس اس بارے میں کتاب وسنت سے دلائل بھی تھے، تاہم

حضرت عمرؓ کا موقف کچھ اور تھا۔ اس کے بارے میں درج ذیل آثار ملاحظہ کیجئے:

عن أسلم قال: سمعت عمر يقول: اجمعوا لهذا المال، فانظروا لمن ترونه وإني قد قرأت آيات من كتاب الله، سمعت الله يقول: ﴿مَآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنْ أَهْلِ ٱلْقُرَىٰ﴾ إلىٰ قوله ﴿وَٱلَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعْدِهِمْ﴾ والله! ما من أحد من المسلمين إلا وله حق في هٰذا المال أعطى منه أو منع حتى راع بعَدن

... فقد فكر رضى الله عنه في ﴿وَٱلَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعْدِهِمْ﴾، وقال رضى الله عنه: "والله لئن بقيت لهم ليأتين الراعي بجبل من صنعاء حظه من هذا المال وهو يرعى مكانه"

... وقال رضي الله عنه: "ما علىٰ وجه الأرض مسلم إلا وله في هذا الفيء حق أعطيه أو منعه إلّا ما ملكت أيمانكم" [كنز العمال: ١١٥٤٧]

"جناب اسلم کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمرؓ کو فرماتے سنا کہ: "(آؤ!) اس مال (کی تقسیم) کے حوالے سے اکٹھے ہو جاؤ اور اپنی رائے دو کہ اسے کن میں تقسیم کرنا چاہیے؟ اور میں نے تو کتاب اللہ کی وہ آیات پڑھ رکھی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو (مال بطورِ فے) اللہ بستی والوں سے اپنے رسولؐ کی طرف پلٹا دے) سے لے کر (اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے، اُن کا بھی اس مالِ فے میں حق ہے) اللہ کی قسم! اس مال میں ہر ایک مسلمان کا حق ہے، حتیٰ کہ اس چرواہے کا بھی جو عدن (یمن) میں رہتا ہے۔ چاہے اسے دیا جائے یا اس سے روک لیا جائے۔"

..... آپؓ نے آیت کے ٹکڑے "اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے" کے بارے میں سوچا اور پھر فرمایا: "اللہ کی قسم! اگر میں باقی رہا تو صنعا کے پہاڑوں سے میرے پاس ایک چرواہا آئے گا اور اس مال میں اس کا بھی حق ہو گا چاہے وہ محض انہی (دور دراز) پہاڑیوں میں بکریاں ہی چراتا ہو (اور جہاد وغیرہ میں شرکت نہ کرتا ہو)۔"

..... اور آپؓ نے کہا: قطعہ زمین پر رہنے والے ہر مسلمان کا اس مالِ فے میں حق ہے، چاہے اسے دیا جائے یا روک لیا جائے، سوائے غلاموں اور لونڈیوں کے"

حضرت عمرؓ نے بطورِ مثال فتح عراق سے حاصل شدہ مال میں یمن کے رہنے والے فقیر کا بھی حق بیان کیا حالانکہ یمن مفتوحہ عراق سے بہت دور تھا۔ آپؓ نے بیت المال میں داخل

کردہ دولت حتیٰ کہ اطرافِ عراق کی زمینوں میں سے بھی اہل یمن کے لیے حصہ مقرر کیا۔ شریعت کی اسی تعلیم کو سامنے رکھتے ہوئے بتائیے کہ ملت اسلامیہ کے علاقوں میں زیر زمین پائی جانے والی اس وافر دولت اور قدرتی وسائل کے اس عظیم ذخیرے کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے ؟ کیا پوری اُمت ان وسائل پر حق نہیں رکھتی ؟

لیکن افسوس کہ اہل مغرب کی استعماری سیاست نے ہمیں وطنی ریاستوں National States میں تقسیم کرکے پہلے اس اُمت کو کمزور کیا۔ پھر انہوں نے چوریوں، ڈاکوں کے ذریعے اس نحیف و ناتواں اُمت کے سرمایہ کے بڑے حصے پر قبضہ کرلیا اور بچے کھچے مال پر رسہ کشی کرنے کے لیے مسلمانوں پر مسلط حکمرانوں کو آزاد چھوڑ دیا۔ یقیناً یہ تاریخ انسانی میں غیر منصفانہ تقسیم اموال کی بدترین مثال ہے۔

اللہ ربّ العزت کے عطا کردہ یہ بیش بہا وسائل ہم سے ضائع ہونے کے نہایت خطرناک نتائج برآمد ہوئے۔ ہمیں اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی سبھی میدانوں میں انتہائی تباہ کن اثرات کا سامنا کرنا پڑا۔ بلادِ اسلامیہ میں اسلام کے فروغ کے لئے اموال کی کمی کا رونا رویا گیا اور ہم پر مال و دولت کے ذریعے مغرب کی کافرانہ تہذیب مسلط کردی گئی۔ مسلمانوں کے انہی رہن شدہ اموال کو قرضوں کی صورت میں ہمیں دے کر، اہل مغرب نے ہم پر اپنی پالیسیاں مسلط کیں۔ اللہ نے تو ملتِ اسلامیہ کو اموال وسائل سے کبھی محروم نہ کیا بلکہ سب سے بڑھ کر دیا، لیکن ہماری کوتاہیاں اور ہمارے حاکموں کی عیاشیاں امت کے لئے ذلت و رسوائی کو عام کر گئیں۔ اپنے اَموال کے ضیاع اور غیروں کے دستِ نگر ہونے کا نتیجہ خلافتِ اسلامیہ کو کھونے کی شکل میں بھی برآمد ہوا۔ پھر خلافت سے محرومی کے سبب ہماری دنیا بھی ہاتھوں سے جاتی رہی اور ہر میدان میں اہل اسلام کی زندگی اجیرن ہوگئی۔ یہاں تک کہ مسلمان بالعموم ظلم و جبر، ذلت و نکبت، خوف و افلاس اور طرح طرح کی بیماریوں میں گھر کر رہ گئے۔

[۲۰۰۴ء میں لکھا جانے والا مضمون جس میں ان سات سالوں میں بہت سا اضافہ ہو چکا !!]

یادِ رفتگاں — مولانا محمد یوسف انور

مولانا عبد القادر ندوی اور مولانا محمد اعظم کا اِنتقالِ پر ملال

ماہِ مارچ پہلے ہی بڑی تلخ یادیں لے کر آتا ہے، لیکن اس بار مزید اِضافے کے ساتھ شہر الحزن بن کر بھی آیا۔ موت ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ عربی کے کسی شاعر نے سچ ہی کہا ہے ع

لو كان في الدنيا بقاء لِساكن لكان رسول الله ﷺ فيها مخلدًا

"یعنی اگر دنیا میں کسی کو ہمیشہ رہنا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رہتے۔"

لیکن آپؐ بھی ۶۳ سالہ زندگی گزار کر راہیٔ ملکِ بقا ہوئے.... رہے نام اللہ کا!

بعض اَموات ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی یادیں مدتوں باقی رہتی اور بھلانے سے بھی بھلائی نہیں جاسکتیں؛ مولانا عبد القادر ندوی اور مولانا محمد اعظم بھی انہی پاکباز شخصیتوں میں سے تھے جن کا یکے بعد دیگرے انتقال پوری جماعت کو غم ناک کر گیا !!

اوّل الذکر ہمارے بزرگ دوست مولانا عبد القادر ندوی اگرچہ ۹۰ کے پیٹے میں تھے مگر جسمانی لحاظ سے کمزور اور روحانی لحاظ سے جواں سال لگتے تھے۔ مردِ باصفا اور ولی اللہ ہستی حضرت صوفی محمد عبداللہ کے دستِ راست اور اُن کی وفات کے بعد حقیقی جانشینی کا حق اُنہوں نے تاحینِ حیات اَدا کیا۔ حضرت صوفی صاحب کی ہمراہی میں اوڈانوالہ اور پھر ماموں کانجن میں دارالعلوم کی عمارات و تعلیمات اور تمام شعبوں کی ترقیات کے لیے اُنہوں نے شب وروز ایک کیے رکھا۔ برسوں کی بات ہے، حضرت صوفی صاحب کی معیت میں وہ ماہ رمضان المبارک میں مسجد رحمانیہ، مندر گلی میں ڈیرے ڈال دیتے۔ نہ کسی دکان پر جانے کی ضرورت اور نہ ہی کسی سے چندہ مانگنے کی حاجت، بس شہر اور مضافات سے لوگ کھنچے چلے آتے، صوفی صاحب کی جھولیاں نوٹوں سے بھری دیکھی جاتیں اور مولانا عبد القادر ندوی رسیدات لکھتے لکھتے تھک جاتے۔ تین چار روز قیام رہتا، راتوں کا قیام مولانا حکیم عبد الرحیم

اشرف کے پاس یا حاجی غلام محمد کے مکان پر ہوتا۔ گاہے بگاہے یہ سعادت ہمارے غریب خانہ کے حصے میں بھی آجاتی۔ والد علیہ الرحمہ ان کی دل و جان سے خدمت کرتے اور دعائیں لیتے۔

صوفی صاحب کی پارسائی، زہد و تقویٰ اور ذکر و اذکار کی محفلیں جن لوگوں نے دیکھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ مستجاب الدعوات ہونے کا شرف بھی اُنہیں حاصل تھا۔ مولانا ندوی بھی اپنے آپ کو صوفی صاحب کی دعاؤں کا ثمر قرار دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دینی و دنیوی روایتوں سے مالا مال کیا ہوا تھا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے نظام سے وہ شروع روز سے وابستہ رہے اور اس کی تنظیمی وسعت کا بڑا درد رکھتے۔

مولانا عبد القادر ندوی کی زبان میں مٹھاس و ملائمت کے ساتھ مزاج اور خوش طبعی بھی تھی۔ بے حد سادہ مناسب لباس اور تکلّف و تصنع سے کوسوں دُور تھے، علم و فضل کے بلند مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود وہ ایک کارکن اور محنت و محبت سے بھرے صاف ستھرے انسان تھے۔ مورّخ جماعت مولانا محمد اسحٰق بھٹی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ میں نے پہلے پہل جب مولانا محمد حنیف ندوی سے ان کا تعارف کرایا اور کہا کہ "یہ ہیں مولانا عبد القادر ندوی آف ماموں کانجن" تو مولانا محمد حنیف فرمانے لگے "یہ ندوی کم لگتے ہیں اور عبد القادر زیادہ"

واقعی ندویوں کا بانکپن، ان کی تہذیب و تمدن، چہرہ مہرہ اور لباس و اَطوار کے کوئی آثار مولانا عبد القادر میں نہ تھے۔ البتہ دار العلوم ماموں کانجن کا یہ مقام کہ مدارسِ دینیہ میں ایک امتیاز اور علمی اعتبار اُن کی بہت بڑی دینی و ملی خدمت ہے۔

چند ماہ قبل دار العلوم کے صدر ہمارے دوست مولانا حافظ مقصود احمد مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ انجمن کے اراکین کا یہ انتخاب بلاشبہ حسنِ انتخاب ہے۔ حضرت صوفی صاحب کی دعائیں اور مولانا ندوی کی شفقتیں اُنہیں کندن بنا گئی ہیں۔ دار العلوم سے اُنہیں جو والہانہ عقیدت اور مخلصانہ جذبۂ خدمت ہے، یقیناً ان کا وہ بہتر سے بہتر استعمال عمل میں لائیں گے۔ مولانا عبد الرشید حجازی اور مولانا ریاض قدیر جیسے نوجوانوں کی رفاقت سے وہ جامعہ کی علمی حیثیت کو دن بہ دن نکھارتے چلے جائیں گے۔ اِن شاء اللہ!

مولانا عبد القادر ندوی چند ہفتوں سے فیصل آباد میں اپنے صالح فرزندوں اور بھتیجوں کے

پاس زیادہ علالت کی وجہ سے صاحبِ فراش تھے، علاج معالجہ جاری تھا مگر اب معلوم ہو گیا تھا کہ دوراہے پہ ہے کارواں زندگی کا !!

بالآخر وقتِ معیّن پر اپنے ربّ کے حضور جا پہنچے: اللهم اغفر لـه وارحمـه

........☆........☆........

ثانی الذکر ہمارے دیرینہ دوست مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی اچانک خبر ہم پر بجلی بن کر گری۔ ۱۵/مارچ ۲۰۱۱ء کی شام لاہور میں متحدہ علما بورڈ، پنجاب کے اجلاس کے موقع پر پروفیسر عبد الرحمٰن صاحب لدھیانوی نے بتایا کہ آج بعد نمازِ ظہر گوجرانوالہ میں مولانا محمد اعظم وفات پا گئے ہیں۔ إنا لله وإنا إليه راجعـون!

اُنھوں نے معمول کے مطابق اَسباق پڑھائے، جن کی چند ساعتوں کے بعد دل کا دورہ جان لیوا ثابت ہوا اور وہ مرکز سے لے کر گوجرانوالہ تک کو رنج وملال میں مبتلا کر گئے۔ مولانا مرحوم لڑکپن کے زمانہ میں ہماری طرح گوجرانوالہ میں اہل حدیث نوجوانوں کی تنظیم شبان اہل حدیث کے سیکرٹری جنرل اور شیخ محمد یوسف وان سوتڑی والے صدر ہوا کرتے تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کی سالانہ کانفرنسوں کے موقعوں پر انتظام و انصرام کے بہت سے اُمور شبان نوجوان انجام دیتے تھے۔ مرکزی جمعیت کی سرپرستی میں اگرچہ اس تنظیم کا دائرہ کار ملک بھر میں تھا، لیکن لاہور، گوجرانوالہ اور فیصل آباد کی تنظیمیں نسبتاً زیادہ فعال اور سرگرم تھیں جس کی ایک وجہ ان اَضلاع میں جماعتی افراد کی کثرت اور مالی وسائل کی فراوانی تھی۔

مولانا محمد اعظم میں اپنے بلند مرتبت اَساتذہ حضرت حافظ محمد گوندلوی، حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی اور حضرت مولانا محمد عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہم سے شرفِ تلمّذ اور فیوض کی بیشتر علامتیں پائی جاتی تھیں۔ حضرت حافظ صاحب گوندلوی کی طرح تدریسی مہارت، وسیع مطالعہ اور حضرت مولانا محمد اسماعیل کی طرح خطابت وتقریر کی جولانیاں اور بصیرت وسیاست، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ کی طرح قیادت وسیادت کی جولانیاں اپنے میں وہ لئے ہوئے تھے۔ جامعہ اِسلامیہ آبادی حاکم رائے کی مسندِ تدریس میں ان کی سج دھج اور جماعتی ومسلکی اسٹیج پر ان کی جلوہ افروزی رونقوں کو دوبالا کرتی۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث کے عاملہ و شوریٰ اور کابینہ کے اجلاسوں کے مولانا محمد اعظم روح رواں ہوتے، ان کی تجاویز و آراء اور مدلّل بحث و گفتگو کو بڑی وقعت حاصل ہوتی۔

پروفیسر ساجد میر صاحب کے وہ قریبی اور مخلص رفقا میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ ع

یادیں کبھی محو نہیں ہوتیں، بس او جھل ہو جاتی ہیں!!

گوجرانوالہ میں سرکاری اور غیر سرکاری نیز تمام مکاتبِ فکر کے اہم مشترکہ پروگراموں میں ان کا نمایاں کردار ہوتا اور اس سلسلہ میں ان میں کوئی مداہنت یا مصلحت آڑے نہ آتی۔ مسلک کی بھرپور اور کھلم کھلا نمائندگی کا کمال حق ادا کرنا ان کا فرضِ اوّلین ہوتا۔ فیصل آباد میں منٹگمری بازار کی سالانہ عظیم الشان خلافتِ راشدہ کانفرنس اور جامع اہل حدیث امین پورہ کی سالانہ سیرت کانفرنس میں کئی مرتبہ ان کی شعلہ نوا تقریروں سے سامعین محظوظ ہوئے۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں بحیثیتِ مرکزی ناظم تعلیمات جب بھی وہ تشریف لاتے، طلبہ کو تربیتی انداز میں خطاب فرماتے اور جماعت کے مرحوم اکابرین کے تذکرہ سے طلبہ میں ایک ولولہ پیدا کر دیتے۔

مولانا محمد اعظم بلاشبہ ہمہ صفات شخصیت تھے جن کی تدریسی و تبلیغی اور مرکزی سطح کی خدماتِ جلیلہ کی تفصیلات کے لیے ایک مستقل کتاب چاہیے۔ خطابت وتعلیمات کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ جماعتی رسائل میں ان کے معلوماتی مضامین اکثر شائع ہوتے رہتے جنہیں وہ افادۂ عام کے لیے پمفلٹ کی شکل دے دیتے۔ اہم اور وقت کے ضروری اَحوال و مسائل پر ان کے تحقیقی مقالے اگر یکجا کر دیئے جائیں تو وہ نوجوان علما کے لیے انتہائی راہنما اور سبق آموز ثابت ہوسکتے ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ ان کے لائق بیٹے اور شاگردوں کا وسیع حلقہ اس پہلو پر ضرور توجہ دے گا۔ تحریکِ ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں ان کا مقامی طور پر امتیازی رول ایک علیحدہ باب ہے۔

گذشتہ چند سالوں سے مولانا محمد اعظم علیہ الرحمہ فالج کے حملہ کے بعد وہ پہلی سی قوت وتوانائی تو نہ رکھتے تھے تاہم دین حق کی تبلیغ و دعوت کی والہانہ تڑپ اور اس سلسلہ کے مقامی وبیرونی پروگراموں میں شرکت کے لیے ہمہ وقت وہ تیار رہتے۔ مرکزی جمعیت کے اجلاسوں میں شمولیت لازمی سمجھتے اور ان کی کارروائیوں میں بھرپور حصہ لیتے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی یہ تمام تر علمی و عملی صفاتِ حمیدہ اور مرنجان مرنج طبیعت واَخلاق واقدار کے اعمالِ صالح کو قبول و منظور فرما کر ان کی مغفرت فرمائے اور احباب وپس ماندگان کو صبر وحوصلہ کی توفیق بخشے۔ آمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ! مرکزی جمعیۃ اہلحدیث کے ناظم تعلیمات مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک وفات پر بے حد صدمہ ہوا۔ 'انا للہ وانا إلیہ راجعون' وہ ہمارے شہر کے بزرگ علماء کرام میں سے تھے اور دینی تحریکات میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ معتدل اور متوازن مزاج کے بزرگ تھے اور اُنہیں شہر کے تمام مکاتبِ فکر میں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ میرا اُن سے کم وبیش ربع صدی تک دینی تحریکات کے حوالہ سے تعلق رہا، جب بھی اُنہیں کسی اجتماعی مسئلہ کی طرف توجہ کی دعوت دی گئی، اُنہوں نے بھرپور توجہ سے نوازا، حوصلہ افزائی کی اور تعاون فرمایا۔ وہ بھی ہر اہم موقع پر یاد کرتے تھے اور ہماری حاضری اور شرکت پر خوش ہوتے تھے۔ ضلعی امن کمیٹی میں ان کے ساتھ رفاقت رہی۔ حق کے اظہار کے ساتھ ساتھ متنازعہ معاملات کو خوش اُسلوبی کے ساتھ سلجھانے کا ذوق رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں مکمل تعاون کرتے تھے۔

بیسیوں پبلک اجتماعات میں ان کے ہمراہ شرکت کا موقع ملا۔ شعلہ نوا خطیب تھے اور ان کی گفتگو جوش وجذبہ کے ساتھ دلائل سے بھی مزین ہوتی تھی، ابھی چند روز قبل ۲۶ فروری کو ڈسٹرکٹ کونسل ہال میں محکمہ اوقاف کے زیر اہتمام ڈویژنل سیرت کانفرنس میں ہم اکٹھے شریک ہوئے اور کافی دیر ایک ساتھ بیٹھے رہے۔

اہلحدیث علماے کرام میں حضرت مولانا حکیم عبد الرحمن آزاد کے بعد دینی تحریکات کے بارے میں ہم زیادہ تر انہی سے رجوع کرتے تھے اور اُنہوں نے ہمیں کبھی مایوس نہیں کیا۔ میں ذاتی طور پر ان کی وفات پر ایک بزرگ دوست اور گرم جوش ساتھی کی جدائی کا غم محسوس کرتا ہوں اور دُعا گو ہوں کہ اللہ رب العزّت اُنہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کریں اور پسماندگان، تلامذہ اور احباب کو صبر وحوصلہ کے ساتھ ان کی حسنات کا سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یاربّ العالمین!

ابو عمار زاہد الراشدی خطیب مرکزی جامع مسجد، گوجرانوالہ

www.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol. 43 No. 4
Monthly MUHADDIS Lahore
5866476
5866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارُ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظرانداز کردینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدّث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے — زرِ سالانہ ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700